

ٹیلی ویژن

اسلامی نقطۂ نظر سے

ٹیلی ویژن کی شرعی حیثیت وحکم پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جس میں عقلی وشرعی دلائل اور علماء اسلام وعقلاء زمانہ وماہرین سائنس وسماجیات کی مستند تحریروں سے ٹیلی ویژن کا حکم بیان کیا گیا ہے اور متعلقہ تمام مباحث پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم

ومدیر انگریزی ماہنامہ ''اسلامک ویژن''، بنگلور

ناشر

شعبۂ تحقیق و اشاعت

الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

فہرست مضامین

تقریظ

حضرت مرشدی عارف باللہ مسیح الامت
مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ)

رسالہ ''ٹیلی ویژن'' کہیں کہیں سے دیکھا اور غور سے دیکھا، بہت خوب ہے، ضرورت تھی ابلاغاً، اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ کام لے لیا، توفیق پر شکر، **وما علینا الا البلاغ** ، اللہ تعالیٰ نافع فرمائیں برکات سے نوازیں۔

(حضرت مولانا) مسیح اللہ (صاحبؒ)

تقریظ

حضرت اقدس مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(سابق مفتی واستاذ جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد)

آں عزیز کے دو محبت نامے اور دو ہدیے موصول ہوئے، باعث سرور وفرحت ہوئے، ماشاء اللہ تعالیٰ ''رسالہ ٹیلی ویژن'' بھی مقبول ہو کر اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ہو گیا، حق تعالیٰ اس کا نفع عام وتام فرمائیں اور مقبول فرما کر اجر موفور عطا فرمائیں اور ذخیرۂ آخرت بنائیں اور مزید جذبات خدمتِ اسلام واہلِ اسلام کی توفیقات سے نوازیں۔ آمین ثم آمین۔

فقط

(حضرت مولانا) نصیر احمد (صاحبؒ)

تقریظ

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم، جلال آباد)

جناب کا ارسال کردہ رسالہ ''ٹیلی ویژن'' موصول ہوا، احقر نے اس کا مطالعہ کیا، **اللّٰھم زِدْ فَزِدْ**، ماشاء اللہ بہت اچھے پیرائے میں مسئلہ سمجھایا ہے، عوام الناس کی غلط فہمی بہت خوش اسلوبی کے ساتھ دور کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ مسلمانوں کو اس رسالہ سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشیں۔ آمین اور آپ کو زیادہ سے زیادہ دین کی اس طرح کی خدمت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائیں، نیز علمی وعملی ترقیات سے نوازیں اور دینی کام میں آپ کی اعانت اللہ کی طرف سے زیادہ سے زیادہ ہوتی رہے، آمین ثم آمین۔

فقط

(حضرت مولانا) محمد یٰسین (صاحب زید مجدھم)

تقریظ

حضرت استاذی مولانا عقیل الرحمٰن صاحب دامت برکاتھم
(استاذِ حدیث وتفسیر جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد)

رسالہ ''ٹیلی ویژن'' موصول ہوا، مطالعہ کیا، رسالہ اپنے مفاد کے اعتبار سے کامیاب ہے، جو کچھ لکھا ہے فقہی روایات سے اور اصلاحی رنگ میں درست ہے، **فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء**۔حق تعالیٰ مقبول ونافع بنائے۔

اگر یہ بھی کسی ذریعہ سے تحقیق ہوجائے کہ ٹیلی ویژن میں بالفعل مثل آئینہ کے عکس ہوتا ہے یا تصویر ہوتی ہے تو رسالہ کی معنویت کے ساتھ بہت سی باتوں کا جواب بھی ہوسکتا ہے،حق تعالیٰ اس سے مخلوق کو فیض پہنچائے۔

فقط
(حضرت مولانا) عقیل الرحمٰن (صاحب زیدمجدہم)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر الاساتذۃ مدرسہ امداد الاسلام، ہرسولی، وخلیفہ فقیہ الاسلامؒ)

آپ کا رسالہ ''ٹیلی ویژن ایک خطرہ'' بہت پسند کیا جارہا ہے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کا تقاضہ آچکا ہے، اس لئے ایک ہزار چھپوانے کا ارادہ کرلیا ہے، مولانا موصوف تو فوٹو کاپی کرا کر دے رہے ہیں۔

(ایک اور خط میں فرمایا کہ)

رسالہ کے ابتدائیہ میں جو حضرت والا (مسیح الامت) نوراللہ مرقدہ کی پسندیدگی کے جملے نقل فرمادیئے ہیں، بہت خوب کیا، اب مزید کسی تائید وتصویب کی ضرورت ہی نہیں، پھر آپ نے تو مدلل کلام کیا ہے جس میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں، میرے نزدیک آپ نے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سب اہل علم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔

فقط

(حضرت مولانا) مہربان علی (صاحبؒ)

دیباچہ طبعِ دوم

زیرِنظر رسالے کی اولین ترتیب کے موقعہ پر اس بات کی توقع تو کجا، وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ اس قدر مقبولیت حاصل کرے گا، جس کا مظاہرہ عوام وخواص اور علماء ودانشور حضرات کی طرف سے اشاعت کے بعد ہوا، اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں۔

۱۴۰۷ھ میں اس کی اولین ترتیب محض ایک اخباری مضمون کی شکل میں ہوئی اور ہفتہ واراخبار ''**عروج ھند**'' بنگلور میں بالاقساط شائع ہوا، پھرانہی دنوں بعض اہلِ علم احباب کے کہنے پر اس کو بتیس صفحات کے مختصر حجم کے ساتھ رسالے کی شکل میں شائع کیا گیا، اور صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں یہ اڈیشن ختم ہوگیا اور اسی کے ساتھ متعدد لوگوں کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی شروع ہوگیا اور اب تک جاری ہے۔

مگر مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مضمون تشنۂ تکمیل ہے اور مزید مواد کو اس میں شامل کر کے اس کی تکمیل ضروری ہے، مگر اس کام کے لئے فرصت درکار تھی جو متعدد بار کوشش کے باوجود میسر نہ آتی تھی، اور فرصت کے قلیل لمحات کبھی میسر بھی آئے تو کام پورا نہ ہوسکا، الغرض کچھ کام ہوا اور کچھ التواء میں پڑا رہا، تا آں کہ حضرت استاذی مولانا مہربان علی صاحب مدظلہ کا اگست ۱۹۹۱ء میں بنگلور کا سفر ہوا اور آپ نے اس رسالے کی طباعت کے بارے میں پوچھا اور اس پر زور دیا اور واپسی کے بعد اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:

''آپ کا رسالہ ''ٹیلی ویژن'' ہم نے اپنے نصابِ تبلیغ میں داخل کر

لیا ہے چھپتے ہی ایک سوعدد ہمارے لئے الگ رکھ لئے جائیں''۔

اس پر طباعت کا خیال شدت سے دامن گیر ہوا، چناں چہ چند دنوں میں اس پر نظرِ ثانی اور اضافہ وتکمیل کا کام مکمل ہوگیا اور اب یہ رسالہ اپنی ہیئت وشکل اور مواد وترتیب کے لحاظ سے اس درجہ مختلف ہوگیا ہے کہ اس کو مستقل جدید رسالہ کہا جا سکتا ہے، البتہ پہلے والا مواد اپنی جگہ برقرار رکھا گیا ہے۔

فقط والسلام
محمد شعیب اللہ خان
(مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بیدواڑی، بنگلور)
۱۴۱۲/۳/۲۲ھ یکم/۱۰/۱۹۹۱ء

حضرت مسیح الامتؒ کا ایک ارشاد گرامی

ایک مرتبہ مرشدی حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: ''**ٹیلی ویژن در اصل مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ھے ان کے ایمان و عقیدے کو برباد کرنے کی**'' حضرت والاؒ نے اس کو کئی دفعہ دہرایا اور پوری قوت وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ناقل: محمد شعیب اللہ، یکے از خدامِ حضرت

دیباچہ طبع سوم

حامدا و مصلیا:

یہ اس رسالے کی تیسری اشاعت ہے، دوسری اشاعت میں طباعت کی بے شمار اغلاط رہ گئی تھیں، جس کی وجہ سے اس سے استفادہ کرنے والوں کو بڑی زحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس اشاعت میں ان کی تصحیح کا حتی المقدور اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز بعض جزوی ترمیمات اور مفید اضافوں کے ساتھ ایک مستقل باب ٹی وی کے فقہی احکام پر بڑھایا گیا ہے۔ فقط

محمد شعیب اللہ خان

۲۵/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ ۱۴/ جولائی ۲۰۰۴ء

دیباچہ طبع چہارم

ابھی قریب میں اس رسالہ کی تیسری اشاعت 'جمعیۃ علماء کرناٹک' کی جانب سے بموقعہ ''آٹھواں فقہی اجتماع'' بمقام بنگلور، عمل میں آئی، اور اس کے فوری بعد بے شمار علماء وعوام کی جانب سے اس کی عام اشاعت کا مطالبہ کیا گیا، میں نے اس میں بعض اور چیزوں کا اضافہ اور بعض جگہ اصلاحات کی ضرورت معلوم ہوئی تو اصلاحات کیں اور اب یہ چوتھی اشاعت کے لئے حوالہ کیا جارہا ہے۔ وللہ الحمد

محمد شعیب اللہ خان

۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی اله واصحابه اجمعین.

اما بعد: ٹیلی ویژن جائز ہے یا ناجائز؟ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب میں قدیم علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے حاملین کے خیالات مختلف ہیں۔ قدیم علوم (قرآن وحدیث وفقہ) کے ماہر علماء اس سے پیدا ہونے والی برائیوں اور گمراہیوں کے پیشِ نظر اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں، جبکہ موجودہ دور کے روشن خیال مفکرین اور آزادخیال مغرب پرست حضرات ان تمام برائیوں اور گمراہیوں سے صرفِ نظر فرما کر اس کے بعض پروگراموں کے پیش نظر جو بڑی تاویلات سے حدود جواز میں داخل کئے جاتے ہیں، اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان مغرب زدہ لوگوں کے نزدیک وہ برائیاں اور گمراہیاں جن کے پیش نظر علماء نے ان کو ناجائز قرار دیا ہے، برائیاں وگمراہیاں نہیں ہیں بلکہ موجودہ دور کے تقاضے ہیں اور علماء جو ان کو گمراہی وبرائی قرار دیتے ہیں، وہ دقیانوسی، جاہل اور زمانہ کے تقاضوں سے ناواقف ہیں اور رہا قرآن وحدیث کا معاملہ تو وہ ان میں

سے بعض کے نزدیک پرانے زمانے کے لئے ہے نہ کہ اس ترقی یافتہ دور کے لئے اور بعض کے نزدیک اس کی وہی تعبیر معتبر اور قابل تسلیم ہے جو مغرب کے نظریات سے ہم آہنگ ہو، نہ کہ وہ جو علماء پیش کرتے ہیں۔

لہٰذا ان کے نزدیک عورتوں کا بے پردہ ہونا، عریانی و بے حیائی میں ملوث ہونا اور آزادانہ غیر مردوں سے اختلاط قطعاً قابل گرفت نہیں ہے، بلکہ زمانۂ حال کا عین مقتضیٰ ہے، تہذیب جدید کا لازمہ بلکہ بعض مغرب زدہ دماغوں کے نزدیک یہی تقاضائے اسلام ہے، کیوں کہ مغرب نے یہی کیا اور سکھایا ہے۔

اب اگر ٹیلی ویژن سے عریانی و بے حیائی پھیلتی ہو تو کیا؟ اور عورتوں میں آزادانہ اختلاط کی مجرمانہ روش پیدا ہوتی ہو تو کیا؟ سب کچھ گوارا اور یہی عین تمنا ہے، یہی دلی خواہش ہے، انہی آرزؤں میں زندگی گذر رہی ہے، بھلا علماء کو عقل کہاں کہ ان کی بات مانی جائے، جب کہ انکو ''فرائڈ'' اور'' کارل مارکس'' کا فلسفہ معلوم نہیں، بھلا ان کے فہم وادراک میں وہ بصیرت، عقل ودانش میں وہ گیرائی و گہرائی، ذہن وخیال میں وہ بلندی و رسائی کہاں جو ان روشن خیالوں اور روشن ضمیروں کو حاصل ہے؟

یہ ہے ان مغرب زدہ مفکرین وروشن ضمیر مبصرین کا حال وخیال، مگر جو لوگ خدا داد عقل وفہم کے مالک ہیں، حضرات انبیاء کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے ہیں اور قرآن وحدیث کے علم پر بصیرت ومہارت رکھتے ہیں، وہ ان مغرب زدہ لوگوں کو مریض خیال کرتے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ جیسے مریض کڑوی دوا لینے سے بھاگتا ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی قرآن وحدیث سے بھاگتے ہیں، اس لئے کسی نہ کسی طرح ان کو دوا دی جائے، جب مرض میں کمی ہوگی یا افاقہ ہوگا، تو پھر وہ حقائق کو

سمجھنے لگیں گے۔اسی خیال سے ٹیلی ویژن کے بارے میں تفصیل وتوضیح کے ساتھ عقلی ونقلی دلائل سے چند سطور تحریر کی جارہی ہیں۔

اللہ کرے کہ یہ حق کے واضح کرنے میں معین ہو اور لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور میرے لئے آخرت کا ذخیرہ بنے۔آمین۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان
(مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ٹی وی چوں کہ ایک نو ایجاد آلہ ہے جس کا زمانۂ رسالت وصحابہ وتابعین میں وجود نہ تھا، اس لئے اس کی حلت وحرمت کا حکم قرآن وحدیث، آثار صحابہ واقوال فقہاء وائمہ میں صراحت کے ساتھ نہیں مل سکتا، جیسا کہ یہ بالکل ظاہر ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں ہر چیز کا حکم موجود ہے، کوئی شئی ایسی نہیں، نہ پرانی، نہ نئی، جس کا کوئی نہ کوئی حکم اسلامی تعلیمات میں موجود نہ ہو، اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ٹی وی کا کوئی حکم اسلامی تعلیمات میں پایا جائے۔

بعض لوگ لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتے اور شیطانی وساوس ونفسانی مخاوف کا شکار ہوجاتے ہیں اور یہ خیال جما لیتے ہیں کہ جس چیز کا صاف وصریح حکم قرآن وحدیث وتعلیمات اسلام میں نہ پایا جائے جیسے نو ایجاد اشیاء وآلات کی حالت ہے، اس کے بارے میں ہم بالکل آزاد ہیں اور یہ نئے آلات وحالات خواہ کسی قسم کے ہوں حلت وجواز ہی کے دائرے میں داخل ہوتے ہیں۔

یہ طرز استدلال بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فقہاء کرام نے بعض چیزوں کی حلت پر قرآن وحدیث کے سکوت سے استدلال کیا ہے مگر بنظر غائر دیکھئے، تو معلوم ہوگا کہ اس استدلال کو فقہاء کے استدلال سے کوئی نسبت وتعلق نہیں، کیوں کہ فقہاء تو سکوت عن البیان کو بھی شرعی دلائل میں قرار دے کر استدلال

کرتے ہیں، جب کہ یہ لوگ اسلام سے ان چیزوں کو غیر متعلق اور اپنے کو آزاد قرار دے کر، در پردہ اسلام کو ناقص ونامکمل قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں اس کا کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ اور ان دونوں باتوں میں کس قدر فرق ہے یہ روز روشن کی طرح واضح ہے، کیوں کہ فقہاء کا یہ کہنا کہ اسلام میں سکوت عن البیان جواز کا حکم رکھتا ہے اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اسلام میں اس کا کوئی حکم ہی سرے سے موجود نہیں ہے، دو متقابل باتیں ہیں، ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق اور مس نہیں، اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

ہم اس موقعہ پر ایسے حضرات کی خاطر یہاں چند بنیادی باتیں پیش کرتے ہیں، جن سے ''ٹی وی'' کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے علاوہ، دوسرے مواقع پر بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

❁ اسلام ایک مکمل دین

قرآن وحدیث سے واقفیت رکھنے والا ادنی سے ادنی مسلمان بھی اس بات کو جانتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور العمل ہے زندگی کا، زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، پھر اجتماعی زندگی، خواہ عائلی ہو یا قبائلی یا شہری، پھر ان زندگیوں کا کوئی پہلو اور شعبہ ہو، اسلام ہر موقعہ پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے، اور وہ کائنات کی دائمی ضرورتوں کو حاوی اور تدبیرِ منزل سے لے کر سیاستِ مدن تک ہر نظام کے اصول کا بہترین اور مرتب ہدایت نامہ ہے، اسلام کی اس کاملیت وجامعیت کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں ملتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْناً. [المائدہ: ۳]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا۔

اس آیت کی تفسیر میں ترجمان قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں نے اپنے حدود وفرائض اور اپنے حلال وحرام کے احکام کو مکمل کردیا، اب اس میں نہ کسی اضافے کی ضرورت ہے نہ کسی نقص وکمی کا احتمال ہے، اور اسی تفسیر کو سعدی جبائی اور بلخی نے بھی اختیار کیا ہے۔

(روح المعانی ج،۶ص:۶۰)

اور ابن کثیرؒ نے حضرت علی بن طلحہ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ:

"وهو الإسلام، أخبر الله نبيه والمؤمنين أنه أكمل لهم الإيمان فلا يحتاجون إلى زيادة أبدا، وقد أتمه الله فلا ينقصه أبدا وقد رضيه الله فلا يسخطه أبدا" . (ابن کثیر: ۲/۱۳)

یعنی: اس آیت میں اسلام مراد ہے، اللہ نے اپنے نبی اور اہل ایمان کو خبر دی ہے کہ اس نے ان کے لئے ایمان کو مکمل کردیا ہے، لہذا وہ کسی زیادتی کے محتاج نہ ہوں گے اور اس دین کو اس نے تام کردیا ہے اس لئے اس میں کوئی نقص وکمی نہ ہوگی اور اللہ اس سے راضی ہو چکا ہے اس لئے اس پر کبھی ناراض نہ ہوگا۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ. [النحل: ۸۹]

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اتارا جو کہ تمام (دین کی) باتوں کو بیان کرنے والا اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔

اس آیت میں اسلام کی بنیادی اور اساسی کتاب ''قرآن مجید'' کے بارے میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ وہ دین کی تمام باتوں کے لئے ''تبیان'' ہے، حضرت مجاہد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مراد حلال وحرام کا بیان ہے۔

(الدر المنثور: ۱۵۸/۵، تفسیر الامام قرطبی: ۱۶۴/۱۰)

ایک اور موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ [الانعام : ۳۸]

مفسرِ قرآن علامہ آلوسیؒ بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دین میں کوئی نیا مسئلہ پیش نہیں آتا مگر اللہ کی کتاب میں اس کے بارے میں کوئی ہدایت وحکم ہوتا ہے۔ (روح المعانی: ۱۴۴/۷)

ان آیات اور ان کی تفصیل اور تفسیر سے واضح ہوا کہ اسلام کامل اور مکمل دین ہے جس میں ہر چیز کا حکم اور ہر مسئلہ کا حل موجود ہے، خواہ وہ پرانی چیز اور قدیم مسئلہ ہو یا نئی اور جدید۔

❁ تکمیلِ دین کی حقیقت

مگر یہاں بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیمات میں بہت سی باتوں کا حکم نہیں ملتا، پھر کیوں کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں ہر چیز کا حکم ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ہر چیز کی حلت وحرمت کا بیان موجود ہے اور یہ بیان مختلف صورتوں سے ہوتا ہے، کبھی صراحت سے کبھی اشارۃً وکنایۃً، کبھی دلالۃً اور کبھی اقتضاءً۔ بیان کی مختلف صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی اصول وکلیہ بیان کر دیا جائے جس سے پیش آنے والے ہزاروں مسائل کا جواب وحکم معلوم ہو جائے۔ قرآن نے زیادہ تر اسی کو اختیار کیا ہے اور جہاں کوئی جزئیہ بیان بھی کیا ہے، تو ساتھ ہی اس کا ایک کلیہ واصول بھی بتا دیا گیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْ الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا

[الاسراء : ۳۲]

ترجمہ: اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ فحش کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اس میں خاص زنا کے متعلق یہ حکم دے کر کہ اس کے قریب نہ جاؤ، اس کی وجہ بھی بتا دی گئی کہ زنا فحش اور بے حیائی کا کام ہے، اس سے یہ بات نکل آئی کہ ہر فحش کام اس قابل ہے کہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔ چنانچہ اس کلیہ اور اصول کو دوسرے مقام پر صاف الفاظ میں بتلا دیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ .

[انعام: ۱۵۱]

ترجمہ: اور تم فحش کاموں کے قریب مت جاؤ ظاہر ہوں یا مخفی ہوں۔

اس کے علاوہ قرآن وحدیث نے جو جزئیات پیش کی ہیں، وہ بھی دراصل کسی نہ کسی اصول وکلیے (Principle) کے تحت داخل ہوتی ہیں۔ حاصل یہ کہ

قرآن وحدیث میں ہر پیش آنے والے مسئلہ کا صریح حکم ملنا ضروری نہیں بلکہ ان میں جو اصول وکلیات ضوابط وقواعد بیان کئے گئے ہیں، ان میں غور وخوض اور تأمل وتفکر سے اس کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے اور یہی معنی ہیں دین اسلام کے مکمل ہونے کے اور یہی مقصد ہے امام شافعی کے اس قول کا کہ ہر پیش آنے والی بات کا حکم اللہ کی کتاب میں مل جاتا ہے یعنی اصول وکلیات سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

❁ کیا اسلام نے ٹی وی کا حکم بیان کیا ہے؟

مذکورۂ صدر وضاحتوں کے بعد اب اس سوال پر غور کیجئے کہ کیا اسلام نے اس نو ایجاد آلہ ''ٹیلی ویژن'' کا حکم بیان کیا ہے؟

اس کے جواب میں سوائے اثبات (ہاں) کے کوئی اور جواب ان حضرات کے نزدیک نہیں ہوسکتا جو اوپر پیش کردہ ''تکمیل دین'' کی حقیقت پر ایمان ویقین رکھتے ہیں اور اس جواب پر دین اسلام کی تکمیل پر عقیدہ رکھنے والے کوئی دو افراد بھی اختلاف نہیں کر سکتے، لیکن جیسا کہ عرض کر ہی چکا ہوں اس نو ایجاد آلہ کا صاف وصریح حکم تعلیماتِ قرآن وحدیث اور ارشاداتِ صحابہ وتابعین میں نہیں ملتا، بلکہ اس کا حکم اصول وکلیات سے معلوم کیا جائے گا۔ اب رہی یہ بات کہ اس بارے میں کیا حکم پایا جاتا ہے؟ جواز واباحت کا یا عدم جواز وکراہت وحرمت کا؟

اس بات کو معلوم کرنا بہت زیادہ مشکل نہیں بلکہ یہ بات ان لوگوں کے لئے بہت آسان ہے جو قرآن وحدیث کی ہمہ گیر تعلیمات، دین اسلام کے لطیف مزاج، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسوۂ حسنہ وسیرت طیبہ سے بخوبی واقفیت اور ان میں گہری اور عمیق بصیرت رکھتے ہیں، ہاں جو لوگ ان چیزوں سے خالی وعاری اور تہی دامن ہوتے ہیں، ان کے لئے اس معمہ کو حل کرنا صرف یہی نہیں کہ مشکل ہے بلکہ ایسے

لوگ اگر اس کو حل کرنے بیٹھیں گے، تو زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ ان کے لئے ضرر رساں اور گمراہیوں کی وادی میں گرنے کا باعث ہو جائے گا، کیوں کہ ان کے سامنے ایک بات ہوگی تو ہزاروں باتیں پیش نظر نہ ہوں گی، پس صحیح نتیجہ اخذ کرنے سے محرومی کے ساتھ، غلط نتائج تک رسائی پالیں گے۔

بہر حال جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وبصیرت دی ہے وہ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس نو ایجاد آلہ کا کیا حکم ہے اور اس کی تفصیل اصل رسالے میں آئے گی، تاہم ایک اصولی بات عرض کرنا ضروری ہے۔

❁ ایک اہم اصولی بات

وہ یہ کہ اسلام نے ہمارے سامنے حلال وحرام اشیاء کی ایک فہرست پیش کر دی ہے اور بعض جگہ ان احکام کی علت ووجہ بھی بیان کر دی ہے اور بہت سے امور مستقل قواعد واصول کے انداز میں پیش کئے گئے ہیں جن سے بہت سارے جزئی مسائل کو بآسانی حل کیا جاسکتا ہے، اس لئے اب ہمیں جو مسئلہ درپیش ہے یعنی ٹی وی کا حلال یا حرام ہونا، اس کو اسی حلال وحرام کی فہرست اور ان احکام کی علتوں اور ان کے قواعد واصول پر پیش کر کے اس کو حل کیا جا سکتا ہے، اور دیکھا جا سکتا ہے کہ اس پر کس قسم کے احکام منطبق ہوتے ہیں؟

اس کے لئے ہمیں سب سے پہلے ٹی وی کے پردے پر نشر (Televise) ہونے والے پروگراموں کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ اس پر کیسے اور کس قسم کے پروگرام نشر ہوتے ہیں تا کہ ان مختلف پروگراموں کو مباحات ومحرمات کی فہرست پر پیش کر کے دیکھا جائے کہ یہ کس پر منطبق ہوتے ہیں، حلال ومباح چیزوں پر یا حرام وناجائز اشیاء پر۔

ٹی وی کا حکم اس کے صحیح یا غلط استعمال پر موقوف ہے

یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ٹی وی بجائے خود اس بحث سے مستغنی ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ کیوں کہ یہ ایک غیر جاندار آلہ ہے، جو بجائے خود نہ حلال ہے نہ حرام، بلکہ اس کی نوعیتِ استعمال وطریقِ استفادہ اور اس کے اچھے یا برے اثرات ونتائج ہیں جو اس کی حلت وحرمت کی بحث پیدا کر دیتے ہیں، اس کی مثال چاقو یا تلوار کی سی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ تلوار اور چاقو بجائے خود نہ حلال کہلاتے ہیں نہ حرام، کیوں کہ حرام یا حلال ہونے کا تعلق مکلّف لوگوں سے ہے، البتہ ان چیزوں کے استعمال کرنے والوں کے لحاظ سے اور نوعیتِ استعمال سے یہ حلال یا حرام ہوسکتی ہیں، اسی طرح ٹی وی بجائے خود نہ حلال ہے نہ حرام، بلکہ استعمال کرنے والے اس کو جس طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور جس غرض ومقصد سے استعمال کرتے ہیں، ان باتوں کے لحاظ سے اس پر حلت یا حرمت کا حکم لگے گا۔

ایک ضروری انتباہ

مگر یہاں روشن خیال حضرات سے ایک بات بطور انتباہ کہہ دینا ضروری ہے، وہ یہ کہ اوپر ابھی جو عرض کیا گیا کہ ٹی وی کا حکم اس کے نوعیتِ استعمال وطریقِ استعمال پر ہے، اس کے سہارے بعض مفروضہ پروگراموں یا ایک دو جائز پروگراموں کو پیش کر کے، مطلقاً جواز کا ثبوت فراہم کر لینا صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ فتویٰ مفروضہ چیزوں پر نہیں بلکہ واقعاتی چیزوں پر لگایا جاتا ہے، اسی طرح ایک دو باتوں کے صحیح ہونے پر مطلقاً ٹی وی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

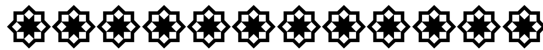
یہ بات اس لئے عرض کی گئی کہ بعض روشن خیال حضرات بعض فرضی باتوں کو پیش کرتے ہیں کہ کیا ٹی وی سے اسلام کی یا اس طرح کی خدمت نہیں ہوسکتی ہے،؟ پھر علماء اس کو کیوں ناجائز کہتے ہیں؟ غور یہ کرنا ہے کہ بلاشبہ اسلام کی خدمت اس سے ہوسکتی ہے، مگر ہو تو نہیں رہی ہے، پھر کیسے ایک فرضی بات پر فتویٰ دیا جائے؟

عالمِ اسلام کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت فیوضہم نے خوب فرمایا کہ:

> ''عوام کو تو یہی کہنا چاہئے کہ ''ٹی وی'' ناجائز ہے، کیوں کہ ایسے ٹی وی کا تصور جس میں ناجائز پروگرام نہ ہوں، موجودہ دور میں ناممکن ہے''۔

(درسِ ترمذی: ۳۵۲/۵)

اب آگے آپ پروگراموں کی تفصیل کے ساتھ اس کے احکام ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ الموفق والمعین۔



بابِ اول

ٹی.وی.اور تصاویر

ٹی وی کے مسئلہ پر بحث کا مرکزی نقطہ ''تصاویر'' کا حکم شرعی ہے،اس لئے کہ ''ٹی وی'' میں یہی چیز سب سے زیادہ نمایاں بلکہ اصل ہے،اس لئے ''ٹی وی'' پر بحث تصویر کے مسئلہ کو حل کئے بغیر ممکن نہیں ،لہذا ہم سب سے پہلے اسی پر بحث کریں گے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ اس میں جمہور علماء امت نے احادیث صحیحہ وصریحہ کی بنا پر اس کو اختیار کیا ہے کہ جاندار کی تصویر حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اس پر تمام علماء اور ائمہ کا اجماع واتفاق ہے۔

یہاں اولاً چند احادیث لکھی جاتی ہیں ، پھر حضرات علماء کا کلام پیش کیا جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

دخل علی رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم و فی البیت قرام فیه صور ،فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتکه ، ثم قال: ان من اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یشبهون بخلق الله.

(بخاری: ۵۶۴۴ واللفظ له،مسلم: ۳۹۳۷)

ترجمہ: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جبکہ گھر میں ایک باریک پردہ تھا جس میں تصاویر تھیں۔آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور آپ نے اس پردے کو لیا اور پھاڑ ڈالا، پھر فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اتارتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ان اشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون .

(بخاری: ۵۴۹۴،مسلم: ۳۹۴۳،نسائی: ۵۲۶۹، احمد:۳۲۷۷)

ترجمہ-میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک تصویر ساز کو تصویر سازی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ:

سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي، فليخلقوا حبة فليخلقوا ذرة .

(بخاری:۵۴۹۷، مسلم:۳۹۴۷، احمد:۶۸۶۹، ابن ابی شیبہ:۲۰۰/۵)

ترجمہ-میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو میری (یعنی اللہ کی) طرح تخلیق کرنے لگا (وہ کسی جاندار کو تو کیا پیدا کرے گا) ذرا ایک دانہ یا ایک ذرہ ہی بنا کر دکھادے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ان النبی ا لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب الا نقض

(بخاری:۵۴۹۶،ابوداؤد:۳۶۲۱،احمد:۲۴۹۴۶،)

نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے جس میں تصاویر ہوں۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ سے ایک سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ:

سمعتُ محمدا ا یقول: من صور صورة فی الدنیا کلف یوم القیامة ان ینفخ فیها و لیس بنافخ .

(بخاری:۵۵۰۶،مسلم:۳۹۴۶،نسائی:۵۲۶۳۔احمد:۲۰۵۴)

ترجمہ- میں نے حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی (جاندار کی) تصویر بناتا ہے تو قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈال مگر وہ روح ڈال نہ سکے گا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب او صورة .

(بخاری:۵۴۹۳،مسلم:۳۹۲۹،نسائی:۴۲۰۸،ترمذی: ۲۷۲۸،ابن ماجہ: ۳۶۳۹،ابن ابی شیبہ:۵/)

ترجمہ- اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔

یہ اور اس جیسی بہت سی اور احادیث کے پیشِ نظر تمام ائمہ وعلماء ہر قسم کی

جاندار کی تصویر کو حرام و ناجائز قرار دیتے ہیں، چاہے وہ تصویر مجسم ہو یا غیر مجسم ہو۔ چناں چہ اس سلسلہ میں امام نوویؒ نے شرحِ مسلم میں فرمایا ہے کہ:

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم و هو من الكبائر لانه متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور فى الاحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن او بغيره ، فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهات لخلق الله تعالىٰ، وسواء ما كان فى ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط و غيرها، وهٰذا حكم نفس التصوير، واما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فان كان معلقا على حائط اوثوبا ملبوسا او عمامة او نحو ذلك مما لا يعد ممتهنا فهو حرام و ان كان فى بساط يداس و مخدة و وسادة و نحوها مما يمتهن فليس بحرام ، ولا فرق فى هذا كله بين ما له ظل وما لا ظل له ، هذا تلخيص مذهبنا فى المسئلة و بمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين و من بعدهم و هو مذهب الثورى ومالك و ابى حنيفة و غيرهم.

(شرح مسلم: ۱۹۹/۲)

ترجمہ- ہمارے حضرات اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لئے کہ اس پر ایسی وعید شدید وارد ہے جو بہت سی احادیث میں مذکور ہے اور اس میں برابر ہے کہ ایسی چیز کی تصویر بنائے جو عادتاً ذلیل و پامال ہوتی ہے یا اور کسی چیز کی، بہرحال بنانا اس کا حرام ہے، اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اُتارنا ہے اور یہ بھی

برابر ہے کہ کپڑے میں ہو یا فرش میں یا درھم یا دینار یا پیسہ میں ہو یا برتن یا دیوار وغیرہ ہو،......... یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہے۔لیکن ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہوتو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہو جو عادتاً ذلیل وحقیر نہیں سمجھی جاتیں تو ان کا استعمال حرام ہے،اور اگر فرش یا کسی گدے اور تکیے وغیرہ میں ہو جو عادتاً ذلیل و پامال ہوتے ہیں،تو یہ حرام نہیں ہے۔اوراس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویر مجسم ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا مجسم نہ ہو بلکہ محض نقش ورنگ ہو، یہ مسئلہ تصویر میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے،اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا صحابہ وتابعین اوران کے بعد کے علماء میں سے اور یہی مذہب ہے امام ثوری اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ و غیرہم کا۔

اورامام بدرالدین العینیؒ نے بھی تقریبا یہی بات توضیح کے حوالے سے نقل کی ہے، یہاں ان کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

و فی التوضیح قال اصحابنا و غیرھم : تصویر صورة الحیوان حرام اشد التحریم و ھو من الکبائر ،و سواء صنعه لما یمتھن او لغیره فحرام بکل حال ، لان فیه مضاھات لخلق الله و سواء کان فی ثوب او بساط او دینار او درھم او فلس او اناء او حائط واما ما لیس فیه صورة حیوان کالشجر و نحوه فلیس بحرام ، وسواء کان فی ھذا کله ما له ظل وما لا ظل له ، و بمعناه قال جماعة العلماء مالک و الثوری و ابو حنیفة و غیرھم وقال القاضی : الا ما ورد فی لعب النبات، وکان مالک یکره شراء ذلک. (عمدة القاری:۵ /۱۲۴)

ترجمہ- توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاء وغیرہم نے فرمایا ہے کہ:
جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادتاً ذلیل وحقیر رکھا جاتا ہے یا ایسی نہ ہوں، پس وہ بہر حال حرام ہیں، اس لئے کہ اس میں اللہ کی صفتِ خلق سے مشابہت ہے۔ اور اس میں یہ بات برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں یا دینار، درہم اور پیسوں میں ہو یا برتنوں میں یا دیواروں میں اور برابر ہے کہ وہ مجسم مورت ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا محض نقش اور رنگ ہو۔ یہی فرمایا ہے جماعت علماء امام مالک امام ثوری اور امام ابوحنیفہ وغیرہم نے اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ بچیوں کے کھلونے جائز ہیں اور امام مالک اس کے خریدنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔

اور امام ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اور علامہ قسطلانیؒ نے ارشاد الساری (۱۲/۱۲۲) میں امام نوویؒ کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے جو اس کی تصدیق و تائید ہے اور اسی طرح علامہ طیبی نے شرح المشکوٰۃ (۸/۲۹۴) میں اور ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ (۷/۳۲۶) میں بھی توضیح کی عبارت ذکر کی ہے، جس سے ان کا اس سے اتفاق کرنا ثابت ہوتا ہے اور ان سب عبارات وتوضیحات سے تصویر کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ جمہور ائمہ وعلماء اور بالخصوص ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام وناجائز ہے۔

اب اس پر غور کرنا ہے کہ جب ''ٹی وی'' کے تقریباً ہر پروگرام میں جاندار کی تصویر ایک لابدی و لازمی چیز ہے تو ''ٹی وی'' کے جائز ومباح ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

❁ غیر مجسم تصاویر کا حکم

اوپر کی تفصیلات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ تصویر خواہ مجسم ہو، جس کا سایہ پڑتا ہے یا غیر مجسم ہو، جس کا سایہ نہیں ہوتا، دونوں ہی جمہور ائمہ وعلماء کے نزدیک حرام وناجائز ہیں۔ علامہ نووی اور علامہ عینی کی عبارات میں بالصراحت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہاں بعض حضرات کا یہ مسلک تھا کہ غیر مجسم تصاویر جن کا سایہ نہیں ہوتا، وہ جائز ہیں، جیسے کسی کپڑے یا دیوار یا درھم ودینار وغیرہ کسی چیز میں نقش ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ:

وقال بعض السلف :انما ینهی عما کان له ظل ولا باس بالصور التی لیس لها ظل .

ترجمہ۔ بعض سلف حضرات ﷺ نے کہا کہ ممنوع وہ تصاویر ہیں جن کا سایہ ہوتا ہے اور جن کا سایہ نہیں ہوتا ان میں کوئی حرج نہیں۔

اوران کی دلیل یہ ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول نے فرمایا کہ اس گھر میں اللہ کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، اس میں بعض روایات میں ''الا رقما'' کا استثناء بھی وارد ہوا ہے۔

(بخاری:۲۹۸۷،مسلم:۳۹۲۳،ترمذی:۱۶۷۲،نسائی:۵۲۵۴،مؤطا مالک:۱۵۲۴)

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصویر نقش کی شکل میں ہو اس کی اجازت ہے اوراسی سے اس کے راوی حضرت زید بن خالدؓ نے اپنے پردے پر مزین تصویر کی اباحت پر استدلال کیا تھا، جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے۔

مگر جمہور علماء نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس پر رد کیا ہے، خود علامہ نووی ؒ نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ

وھو مذھب باطل فان الستر الذی انکر النبی ا الصورة فیه لایشک احد انه مذموم ولیس لصورته ظل مع باقی الاحادیث المطلقة فی کل صورة.

(شرح مسلم:۱۹۹/۲)

ترجمہ- یہ باطل مذہب ہے کیوں کہ جس پردے میں تصویر ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار ورد کیا ہے اس کے مذموم ہونے میں کسی کو شک نہیں، حالاں کہ اس تصویر میں بھی سایہ نہیں تھا، پھر ان احادیث کو بھی ساتھ ملا لیا جائے جو اوپر تصویر کے بارے میں مطلق وارد ہوئی ہیں۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اگر چہ علامہ نوویؒ کے اس کو مذہبِ باطل کہنے پر گرفت کی ہے اور یہ فرمایا کہ یہ مذہب ابن ابی شیبہ نے حضرت قاسم بن محمد سے بسندِ صحیح نقل کیا ہے اس لئے اس پر باطل ہونے کا اطلاق محلِ نظر ہے اور یہ قاسم بن محمد فقہاء مدینہ میں سے ہیں اور اپنے زمانہ کے افضل لوگوں میں سے تھے، مگر اس کے باوجود انہوں نے بھی اس مذہب کو احادیث کے پیشِ نظر مرجوح وضعیف قرار دیا ہے۔ (فتح الباری:۳۷۷/۱۰)

اور ان حضرات کے استدلال کا یہ جواب دیا گیا کہ:

۱- اس استثناء میں صرف وہ تصاویر مراد ہیں جو غیر ذی روح اشیاء کی ہوں، اور یہی معنے ہے " الا رقما" کا، چناں چہ علامہ نوویؒ نے فرمایا اور ان کی اقتداء میں علامہ ابن حجرؒ نے بھی فرمایا کہ: "اس سلسلہ کی احادیث کو اس طرح جمع کیا

جائے گا کہ رقم یعنی نقش کے استثناء سے مراد وہ تصویر ہے جو غیر ذی روح چیزوں کی ہو جیسے درخت وغیرہ کی تصویر۔

(شرح مسلم:۲/۲۰۰، فتح الباری:۱۰/۳۹۰)

اسی طرح علامہ خطابیؒ کے حوالے سے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری:۱۵/۱۲۹)

۲- حافظؒ نے اس کا دوسرا جواب بطورِ احتمال یہ دیا ہے کہ یہ نقش والی تصویر کا جائز ہونا حرام ہونے سے قبل کا حکم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اجازت پہلے تھی، بعد میں باقی نہیں رہی۔

(فتح الباری:۱۰/۳۹۰)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ:

''اس حدیث میں تصاویر سے ایک استثناء بلفظ ''رقم فی ثوب'' مذکور ہے، فتح الباری میں نوویؒ سے اور عمدۃ القاری میں خطابیؒ سے نقل کیا ہے کہ رقم سے مراد بے جان چیزوں؛ درختوں وغیرہ کے نقوش و اشکال ہیں، عربی لغت کے اعتبار سے بھی یہی لفظ رقم اس معنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ لسان العرب اور قاموس میں لفظ رقم کے یہی معنے لکھے ہیں: الرقم ضرب لخطط من الوشی (یعنی رقم دھاری دار منقش کپڑے کو کہتے ہیں) زرقانی نے شرحِ موَطا میں رقم کا ترجمہ ''نقشا ووشیا'' سے کیا ہے۔

(التصویر لاحکام التصویر مندرجہ جواہر الفقہ:۳/۱۹۲)

اور علماء کو اس حدیث میں اس طرح کی تاویل کی ضرورت اس لئے پڑ رہی

ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے پر بھی نکیر فرمائی تھی جس میں بطورِ نقش تصویر بنی ہوئی تھی، جس سے اس کا بھی ناجائز ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لئے اب علماء کو اس کی ضرورت پڑی کہ جس حدیث میں ''الا رقما'' کا استثناء آیا ہے اس کی تاویل کریں تا کہ دونوں احادیث میں جمع وتطبیق ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ غیر مجسم تصاویر اور مجسم تصاویر دونوں کا جمہور کے نزدیک ایک حکم ہے اور جو بعض سلف سے غیر مجسم تصاویر کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ یا تو باطل ہے جیسا کہ علامہ نوویؒ نے فرمایا، یا مرجوح وضعیف ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا، اس لئے اس پر اعتماد کرنا اور تصاویر غیر مجسمہ کو جائز قرار دینا صحیح ودرست نہ ہوگا، کیوں کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ مرجوح وضعیف اقوال سے استدلال کرنا جائز وصحیح نہیں ہے، الغرض تصاویر مجسم ہوں یا غیر مجسم دونوں ہی اسلام میں ناجائز ہیں اور یہی جمہور علماء کا فیصلہ ہے۔

❁ کس قسم کی تصاویر جائز ہیں؟

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تک تصویر سازی کا مسئلہ ہے، تو اس باب میں علماء نے وضاحت کر دی ہے کہ ہر قسم کی تصویر سازی ناجائز ہے، یعنی کسی بھی قسم کی تصویر بنانا جائز نہیں، اور رہا تصویر کے استعمال کا مسئلہ تو اس میں اکثر علماء نے بعض قسم کی تصاویر کے استعمال کو حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

ایک تو ایسی تصاویر کو جائز قرار دیا ہے جو عادتاً پامال ہوتی ہیں، جیسا کہ اوپر کی عبارات میں اس کا بھی ذکر گزر رہا ہے۔ اور اس کی دلیل چند احادیث ہیں:

۱-ایک وہ حدیث جس میں اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تکیہ میں تصاویر کی اجازت دی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں نے طاق پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا جس میں تصاویر تھیں، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو دیکھا تو اس کو لے کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں گرفتار وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اُتارتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردے کو کاٹ کر اس سے ایک یا دو تکیئے بنا لئے۔

(بخاری:۵۴۹۸، مسلم:۳۹۳۷)

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس تکیہ کو استعمال بھی فرمایا تھا۔ (مسلم:۳۹۴۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تکیہ پر تصویر کی اجازت دی ہے اور اس قسم کے تکیہ کو آپ نے استعمال بھی کیا ہے، اور علماء اس کی وجہ یہی بتاتے ہیں کہ تکیہ پامال چیز ہے اور اس پر بیٹھنے اور سونے کا کام لیا جاتا ہے، اس لئے ہر وہ تصویر جو پامال جگہوں یا چیزوں پر ہو اس کی اجازت ہوگی اور جو پامال نہ ہو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

(فتح الباری:۳۹۲/۱۰)

ایک سوال کا جواب

اس جگہ ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تصویر دار تکیہ کو بھی استعمال نہیں کیا

بلکہ اس پر بھی نکیر فرمائی تھی، چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا جس میں تصاویر تھیں، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: یہ کیسے تکیے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے اس لئے خریدے ہیں تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، آپ نے فرمایا کہ:

ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة ،يقال لهم : احيوا ما خلقتم و ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه الصورة.

(بخاری:۵۵۰۴ومسلم:۳۹۴۱)

ترجمہ- یہ تصویر والے قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو، اور (فرمایا کہ) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے تصویر دار تکیہ بھی استعمال کرنا پسند نہیں کیا، لہذا اس حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث میں بظاہر تعارض ہے، شراحِ حدیث نے اسکا جواب دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے قائم کردہ تراجم سے یہ جواب اخذ کیا ہے کہ پامال تصاویر کی اجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس تصویر پر بیٹھا بھی جائے، ہوسکتا ہے کہ آپ نے تکیوں میں سے ایسا تکیہ استعمال کیا ہو جس میں تصویر نہیں تھی اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے مکمل تصویر والا تکیہ استعمال نہیں کیا، مگر جب اس کو کاٹ کر اس کی ہیئت میں تبدیلی کر دی گئی تو آپ نے اس کو استعمال فرمایا، اس لئے جس حدیث میں استعمال کرنا وارد ہوا ہے اس سے مراد

تصویر کو پھاڑ دینے کے بعد استعمال کرنا ہے اور جس میں اس کو استعمال نہ کرنے کی بات آئی ہے اس سے مراد کاٹنے اور اس کو پھاڑنے سے پہلے استعمال کرنا ہے۔ لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

(دیکھو فتح الباری: ۱۰/۳۹۰)

۲-اس کی دوسری دلیل حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث ہے جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رخص فیما کان یؤطأ و کرہ ما کان منصوبا

ترجمہ- جو تصاویر پامال ہوں ان کو جائز اور جو کھڑی (یعنی پامال نہ ہوں) ان کو مکروہ قرار دیا ہے۔

و فیه سلیمان بن ارقم و ھو ضعیف کما فی مجمع الزوائد :۵/۱۷۴ .

۳-حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ:

کانوا یقولون:فی التصاویر فی البسط والوسائد التی توطأ ذل لھا.

نیز فرمایا کہ:

کانوا یکرھون ما نصب من التماثیل نصبا ولا یرون باسا بما وطئته الاقدام .

ترجمہ- حضرات صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ جو تصاویر فرش اور تکیوں میں ہوں وہ ان کے لئے ذلت ہے اور یہ حضرات ان تصاویر کو مکروہ قرار دیتے تھے جو کسی بلندی پر نصب کی گئی ہوں اور ان تصاویر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جو

قدموں سے روندی جائیں۔

(ابن ابی شیبہ:۲۰۸/۵، فتح الباری:۳۸۸/۱۰)

اس میں حضرت عکرمہ نے حضراتِ صحابہ **رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین** کا قول یہ بتایا ہے کہ پامال تصاویر جائز ہیں اور جو منصوب ہوں وہ ناجائز ہیں۔اور یہی بات ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن سیرین، حضرت عطاء، حضرت زہری، عکرمہ بن خالد اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالی سے بھی نقل کی ہے۔

(ابن ابی شیبہ:۲۰۸/۵)

دوسرے وہ تصاویر جن کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا ان کی ہیئت وشکل بدل دی گئی ہو، اس کے جواز کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتانى جبريل ؑ قال اتيتک البارحة ، فلم يمنعنى ان اكون دخلت الا انه كان على الباب تماثيل و كان فى البيت قرام ستر فيه تماثيل وكان فى البيت كلب ، فمر براس التمثال الذى على باب البيت ، فيقطع فيصير كهيئة الشجرة ، فمر بالستر فليقطع فليجعل وسادتين منبوذتين تؤطآن ، و مر بالكلب فيخرج ، ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم. (ترمذی: ۲۷۳۰،ابو داود:۳۶۲۷)

ترجمہ-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ میں رات آپ کے پاس آیا تھا اور مجھے آپ کے پاس داخل ہونے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر یہ کہ دروازے پر اور گھر

میں ایک پردے میں تصاویر تھیں اور نیز گھر میں کتا تھا، پس آپ حکم کیجئے کہ دروازے کے اوپر کی تصاویر کا سر کاٹ دیا جائے جس سے وہ درخت کی شکل پر ہو جائیں اور پردے کے بارے میں حکم کیجئے کہ اس کو کاٹ کر دو ایسے تکیے بنا دئے جائیں جو روندے جاتے ہوں اور کتے کے متعلق حکم کیجئے کہ اس کو باہر نکال دیا جائے، پس اللہ کے نبی اا اسی طرح کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں کیسے داخل ہوں جبکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصاویر ہیں، پس یا تو اس کا سر کاٹ دیا جائے یا اس کو روندا جانے والا فرش بنا دیا جائے، کیوں کہ ہم ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔ (نسائی: ۵۲۷۰)

ان احادیث سے علماء وفقہاء نے یہی سمجھا ہے کہ سر کٹی ہوئی یا متغیر تصاویر کی شرعاً اجازت ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی بات بتائی تھی، جیسا کہ مذکورہ احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوا۔

(دیکھو: ہدایہ: ۲/۲۴، فتاوی ہندیہ: ۱/۱۰۷، بحر الرائق: ۲/۲۸)

اور تیسرے ان تصاویر کی اجازت دی گئی ہے جو بہت چھوٹی ہونے کی وجہ سے محسوس نہ کی جا سکیں،

اس کی دلیل میں چند آثار صحابہ پیش کئے گئے ہیں:

۱-طبقاتِ ابن سعد، جزء تابعین میں ہے کہ حضرت عروہؓ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں۔

۲-اسد الغابۃ میں حضرت انس بن مالکؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی تھی۔

۳-حضرت ابو ہریرہؓ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویریں تھیں۔

۴-حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی کی انگوٹھی ہے اور اس کے نگینہ میں ایک مرقع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں کھڑے تھے بیچ میں ایک لڑکا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کو عنایت فرمائی۔

(فتح القدیر: ۴۲۸/۱، بحر الرائق: ۲۸/۲، جواہر الفقہ: ۱۹۸/۳، بحوالہ معارف اعظم گڑھ)

۵-حضرت عروہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ ایسے تکیہ پر ٹیک لگایا کرتے تھے جس میں پرندوں اوآدمیوں کی تصاویر تھیں۔

(ابن ابی شیبہ: ۶/۸)

۶-امام طحاویؒ نے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ کی انگوٹھی میں ایک آدمی کی تصویر تھی جو تلوار سونت کر کھڑا تھا۔

حضرت نعمان بن مقرنؓ کی انگوٹھی میں ایک بارہ سنگھے کا نقش تھا جو اپنے ایک ہاتھ کو بند اور دوسرے کو پھیلایا ہوا تھا۔

حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی انگوٹھیوں پر دو مکھیوں کی تصویر تھی۔

حضرت حذیفہؓ کی انگوٹھی پر سارس کی تصویر تھی۔

(شرح معانی الآثار:۲۶۳/۴،۲۶۶)

یہ سب اگر چہ آثارِ صحابہ ہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک آثار صحابہ بھی حجت ہیں، خصوصا اس وقت جب کہ کسی باب میں مرفوع احادیث نہ ہوں، اس لئے ان آثار سے استدلال واحتجاج کرنا بلاکسی شبہ کے جائز ہے۔

اورفقہاء نے بھی ایسی چھوٹی تصاویر کو جائز رکھا ہے، چنانچہ ہدایہ، عالمگیری اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ:

ولو كانت صغيرة بحيث لا يبدو للناظر الا بتأمل لا يكره.

(ہدایہ: عالمگیری:۱۰۸/۱ واللفظ لہ، شامی:۶۴۸/۱)

ترجمہ- کہ اگر تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو بغیر تأمل و تکلف دکھائی نہ دے تو ایسی تصویر مکروہ نہیں۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ چھوٹی اور بڑی تصاویر کا معیار بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بعد والكبيرة التي تبدو للناظر على بعد.

ترجمہ- چھوٹی تصویر وہ ہے جو دیکھنے والے کو دور سے دکھائی نہ دے اور بڑی وہ ہے جو دور سے دکھائی دے۔

الغرض اس قدر چھوٹی تصاویر کہ دیکھنے والے کو اعضاءِ تصویر بلا تکلف نظر نہ آئیں تو اسکی بھی شرعاً گنجائش دی گئی ہے اور حضرات صحابہ کے عمل سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

گڑیوں اور کھلونوں کا حکم

گڑیوں اور کھلونوں میں جو تصاویر ہوتی ہیں ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے بچیوں کے کھلونوں کی تصاویر کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور جمہور نے ان کو بھی ناجائز فرمایا ہے۔ امام بیہقیؒ، ابن الجوزیؒ، منذریؒ، ابن بطالؒ، وغیرہ حضرات یہی فرماتے ہیں اور ائمہ میں سے امام مالکؒ سے بھی بصراحت ان کا ناجائز ہونا نقل کیا گیا ہے۔

مجوزین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں کا ذکر ملتا ہے، مثلا:

۱- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

کنت العب بالبنات عند النبی صلی الله علیه وسلم وکان لی صواحب یلعبن معی وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل یتقمعن منه فیسربهن الی فیلعبن معی.

(بخاری: ۵۶۶۵، مسلم: ۴۴۷۰، احمد: ۲۳۱۶۳)

ترجمه- میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں، جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوتے تو وہ آپ سے چھپ جاتی تھیں، پس آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے اور میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

کنت العب بالبنات فربما دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعندی الجواری، فاذا دخل خرجن و اذا خرج دخلن.

ترجمہ- میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور میرے پاس کھیلنے والی لڑکیاں ہوتی تھیں، پس جب آپ تشریف لاتے تو وہ باہر چلی جاتیں اور جب آپ باہر جاتے تو وہ اندر آجاتیں)

(ابوداؤد:۴۲۸۳)

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تو میرے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا، اتفاقاً ہوا چلی جس نے پردہ کا ایک حصہ کھول دیا جہاں سے وہ گڑیاں نظر آگئیں، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میری گڑیاں ہیں اور آپ نے ان کے بیچ میں ایک گھوڑا دیکھا جس پر کاغذ کے دو پر لگے ہوئے تھے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے اوپر کیا لگے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ دو بازو ہیں، آپ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا گھوڑے کے بازو بھی ہوتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر لگے ہوئے تھے؟ یہ سن کر آپ کو ہنسی آگئی، یہاں تک کہ میں نے آپ کے دندانِ مبارک دیکھے۔

(ابوداؤد:۴۲۸۴، کتاب الادب)

ان احادیث کے پیش نظر بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ بچوں کے کھلونے اور گڑیاں اگر تصاویر پر مشتمل ہوں تو ان کی اجازت ہے اور عمومِ نہی سے ان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، قاضی عیاض مالکیؒ نے اسی پر جزم کیا ہے اور اسی کو جمہور کی جانب سے نقل کیا ہے اور ان حضرات نے کہا ہے کہ لڑکیوں کو اس کی اجازت اس

لئے ہے کہ تا کہ بچپن ہی سے گھریلو اموراور اولاد کے بارے میں تربیت پائیں۔
(فتح الباری: ۱۰/۵۲۷)

مگر اس میں بھی جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے، اور جمہور نے ان احادیث کی مختلف توجیہات وتاویلات بیان کی ہیں:

۱- ایک یہ کہ یہ اجازت والی احادیث، تصویر کی حرمت کے نازل ہونے سے پہلے کی ہیں، اس لئے یہ اجازت ان احادیث کی وجہ سے منسوخ ہے جن میں تصویر کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

ثبت النهی عن اتخاذ الصور ، فنحمل علی ان الرخصة لعائشةؓ فی ذالک کانت قبل التحريم و به جزم ابن الجوزی.
(فتح الباری: ۱۰/۵۲۷، عمدۃ القاری: ۱۵/۶۴۲)

۲- بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے گڑیوں کی رخصت واجازت دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ گڑیاں درحقیقت مکمل تصویریں نہیں تھیں، بلکہ نام ہی نام کی گڑیاں تھیں، جن کے ہاتھ پیر اور چہرہ وغیرہ نہیں تھا اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ان گڑیوں کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے یہ پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور ان کے درمیان کیا چیز رکھی ہے؟ اگر یہ مکمل تصویریں ہوتیں تو اس سوال کی کیا ضرورت ہوتی؟ دیکھتے ہی خود معلوم ہو جاتا کہ یہ گھوڑوں کی تصوریں ہیں۔ علامہ منذریؒ نے بھی اس احتمال کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ عینیؒ نے لکھا ہے کہ:

قال المنذری: ان کانت اللعب کالصورة فهو قبل التحريم

والا فقد يسمى ما ليس بصورة لعبة وبهذا جزم الحليمي.

(فتح الباری:۱۰/۵۲۷،عمدۃ القاری:۱۵/۶۴۲)

۳-علامہ خطابیؒ نے ایک توجیہ یہ ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ اجازت ان کے نابالغ ہونے کی وجہ سے تھی،لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس پر جزم کرنے میں اشکال ہے البتہ اس کا احتمال ضرور ہے۔ کیوں کہ اس غزوۂ خیبر یا غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھوڑے دیکھنے کا ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر کے موقعہ پر تو نابالغ تھیں کہ ان کی عمر اس وقت یا تو چودہ سال کی تھی یا چودہ پورے ہو گئے تھے یا اس سے متجاوز یا اس کے قریب تھی۔ مگر غزوۂ تبوک کے موقعہ پر تو وہ یقیناً بالغ ہو چکی تھیں، اس لئے احتمال کے طور پر تو ان کو اس وقت نابالغ کہا جاسکتا ہے، جزماً نہیں کہا جاسکتا۔

(دیکھو: فتح الباری:۱۰/۵۲۷)

الغرض گڑیوں کے بارے میں اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ یہ بھی ناجائز ہیں اور تصاویر کی حرمت کا حکم ان کو بھی شامل ہے۔

❁ ضرورت کی بنا پر تصویر

ایک اور صورت جس کو علماء نے حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے وہ ضرورت کی بنا پر تصویر لینا ہے، جیسے پاسپورٹ یا ایڈنٹی کارڈ وغیرہ کے لئے ، یہ چوں کہ ہمارے اختیار سے نہیں بلکہ قانون کی وجہ سے ہے اور اس کی فی نفسہ بھی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے فقہی قاعدہ " **الضرورات تبيح المحظورات**" کے تحت اس کی اجازت دی گئی ہے۔

❁ ٹی وی کی تصاویر

تصویر کے حکم کے متعلق اس تفصیلی بحث کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ ''ٹی وی'' کی اسکرین پر دکھائی جانے والی تصاویر کا کیا حکم ہے؟ یہ مسئلہ چوں کہ جدید مسائل کی فہرست میں آتا ہے، اس لئے اس کا حکم صراحت کے ساتھ قرآن وحدیث یا فقہاء کے کلام میں تو نہیں مل سکتا، البتہ اوپر کی بحث سے اس کو اخذ کیا جاسکتا ہے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ ''ٹیلی ویزن'' کے موجودہ پروگراموں کا اسلامی مزاج کے خلاف ہونا اور اس کی وجہ سے ہزار ہا قسم کے خبائث وبرائیوں کا معاشرہ میں پھیل جانا، ایک ایسی بدیہی بات اور واضح حقیقت ہے جس سے انکار دن کے اُجالے میں سورج کے انکار کے مترادف ہوگا، اس لئے علماء میں سے کوئی بھی اس کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اس کے جواز کا فتوی نہیں دیتا۔

لیکن اگر اس کے ذریعہ دینی مقاصد کو بروئے کار لایا جائے اور نیک وعمدہ مقاصد کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کے حل کے لئے سب سے اہم مسئلہ جس پر اس بحث کا مدار ہے، وہ ''ٹی وی' کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتوں کا حکم ہے، کہ کیا یہ صورتیں ان شرعی تصاویر کے حکم میں ہیں جن کی حرمت احادیث سے ثابت ہے یا یہ کہ یہ عکس کے حکم میں ہیں اور جائز ہیں اور دوسری بحث یہ ہے کہ اگر یہ تصویر کے حکم میں ہیں تو کیا دینی ضرورت کی بنا پر ان کو دینی ودعوتی مقاصد کے لئے کام میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہم اس جگہ صرف پہلے مسئلہ پر گفتگو کریں گے اور دوسرے پر گفتگو ایک مستقل عنوان کے تحت آئے گی۔

علماءِ معاصرین کی آراء

جہاں تک پہلے مسئلہ کا تعلق ہے، اس بارے میں معاصر علماء کے بنیادی طور پر تین نقاطِ نظر ہیں:

۱-اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ "ٹی وی" کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتیں "تصاویر" ہیں، جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے اور متعدد احادیث اس کی حرمت پر دال ہیں۔

۲-علماء کا ایک مختصر طبقہ اس کا قائل ہے کہ "ٹی وی" کی یہ صورتیں تصاویر تو ہیں مگر وہ تصاویر نہیں جن کو اسلام میں حرام کہا گیا ہے، اس لئے "ٹی وی" کی تصاویر جائز ہیں، پھر اس جواز کی دلیل میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بعض نے کہا کہ شریعت میں جن تصاویر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ان سے مراد وہ تصاویر ہیں جن کی عبادت و پرستش کی جاتی ہیں اور جن کی پرستش نہیں کی جاتی اور وہ محض زیب و زینت کے طور پر رکھی جاتی ہیں، وہ ممنوع نہیں ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ٹی وی کی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی، اس لئے یہ جائز ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ "ٹی وی" کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں کیوں کہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا اور پامال ہونے والی تصاویر شرعاً جائز ہیں۔

۳-ایک طبقۂ علماء کا خیال ہے کہ "ٹی وی" کی صورتیں تصاویر نہیں ہیں بلکہ وہ عکس ہیں اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے، اس لئے "ٹی وی" کی یہ صورتیں جائز ہیں۔ پھر عکس قرار دینے والوں کے مختلف نقاطِ نظر ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں ''کیمرے کی تصاویر'' کی طرح ہیں اور کیمرے کی تصاویر بہت سے علماء کے نزدیک جائز ہے، کیوں کہ کیمرے کی تصویر دراصل عکس ہے، جیسے پانی اور آئینے میں عکس پڑتا ہے۔

بعض کا خیال یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر درحقیقت تصاویر نہیں بلکہ وہ محض عکس ہیں، مگر کیمرے کی طرح کا عکس نہیں، کیوں کہ یہ 'ٹی وی' کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں دراصل برقی ذرات ہیں، جن کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہے اور نہ وہ محفوظ ہوتی ہیں جیسے پانی یا آئینہ میں عکس نظر آتا ہے اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے، اس لئے ٹی وی کے پردہ پر دکھائی جانے والی تصاویر جائز ہیں۔

بعض معاصر علماء نے ''ٹی وی'' کی صورتوں میں تفصیل کی ہے کہ جو پروگرام غیر مباشر (INDIRECT) ہو، اس کی صورتیں تو تصویر کے حکم میں ہیں کیوں کہ اس میں پروگرام کو اولاً نگیٹیو (NEGATIVE) کے ذریعہ محفوظ کر لیا جاتا ہے اور وقت پر اس کو نشر کیا جاتا ہے، اور جو پروگرام مباشر (DIRECT) ہو، اس کی صورتیں عکس کے حکم میں ہیں، کیوں کہ اس کی نگیٹیو نہیں بنائی جاتی، بلکہ اس کو براہِ راست نشر کیا جاتا ہے اور وہ صورتیں محض برقی ذرات ہوتے ہیں جن کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی۔

مگر ان میں سے راقم الحروف کے نزدیک جمہور علماء کا نقطۂ نظر ہی صحیح و درست ہے، اور باقی نقاطِ نظر غلط فہمیوں کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔

کیوں کہ جمہور کی رائے کے مطابق ''ٹی وی'' کی تصاویر بھی حرمت کے حکم میں داخل ہیں اور ان کے اس سے استثناء کی کوئی دلیل نہیں۔ علماء نے جن تصاویر کو حکمِ حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے اور وہ بالاتفاق تین اور بالاختلاف چار ہیں،

ان میں سے کسی کے تحت ''ٹی وی'' کی تمام تصاویر داخل نہیں، پھر کس بنیاد پر مطلقاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر حرمت کے حکم سے خارج ہیں؟ ہاں اگر کوئی تصویر بالکل چھوٹی ہو یا سر کٹی ہوئی ہو یا پامال ہو تو وہ جائز ہوگی مگر جیسا کہ ظاہر ہے یہ نہ تو تمام تصاویر کا حکم ہے اور نہ ٹی وی کی تمام تصاویر ایسی ہوتی ہیں، بلکہ شاید ایسی ہوتی ہی نہ ہوں۔ اب آیئے ہم ان دلائل کا جائزہ لیں جو جواز کے قائلین نے اس سلسلہ میں بیان کئے ہیں۔

کیا صرف پرستش کی جانی والی تصاویر حرام ہیں؟

ٹی وی کی تصاویر کو جائز قرار دینے والوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسلام میں صرف وہ تصاویر ناجائز ہیں جن کی پوجا وعبادت کی جاتی ہے اور جو تصاویر محض زینت وخوبصورتی کے لئے رکھی جاتی ہیں وہ جائز ہیں اور چوں کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی، اس لئے یہ جائز ہیں۔

مگر اہل عقل ودانش پر مخفی نہ ہوگا کہ اس دلیل کو دلیل کہنا ہی غلط ہے، بلکہ بجائے خود یہ ایک دعوی ہے جو محتاج دلیل ہے اور اس پر دلیل کا قائم کرنا ان لوگوں پر لازم ہے۔

پھر احادیث پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ ان حضرات کی یہ بات صحیح ودرست نہیں ہے کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پردہ کے اوپر جو تصویر تھی اور اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا تھا ،وہ تصویر ظاہر ہے کہ عبادت و پوجا کی جانے والی تصویر تو نہیں تھی، کیا کوئی مسلمان اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پردے کی یہ تصاویر پوجا کے لئے تھیں؟ نہیں، بلکہ یہ بھی محض زینت وخوبصورتی کے لئے تھیں، مگر اس کے

باوجود اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو گوارا نہیں کیا بلکہ اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

کیا یہ دلیل اس بات کے لئے کافی نہیں کہ عبادت کی جائے یا نہ کی جائے، تصویر کا رکھنا ناجائز ہے اور زیب وزینت اور خوبصورتی کے لئے بھی تصاویر کا رکھنا اسلام میں جائز نہیں، اور یہ کہ صرف عبادت کی جانے والی تصاویر کو حرام کہنا، صحیح نہیں۔

۞ کیا ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال ہیں؟

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں کیوں کہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، اس لئے حسبِ تصریحِ فقہاء اس کی اجازت ہوگی۔

لیکن یہ بات ناقابلِ قبول ہے کیوں کہ پامال تصاویر فقہاء ان کو کہتے ہیں جن کو روندا جائے یا ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے جو ان تصاویر کی توہین و تذلیل پر دلالت کرے اور احادیث میں بھی یہی بات ملتی ہے، کیوں کہ اللہ کے نبی انے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی کا حکم دیا تھا اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی کے لئے فرمایا تھا، جیسا کہ ہم نے اوپر ان احادیث کا حوالہ دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ابہام والتباس بھی نہیں کہ 'ٹی وی' کی تصاویر روندی نہیں جاتیں، بلکہ وہ پردے اور اسکرین پر دکھائی جاتیں ہیں، جس سے ان کی عظمت شان کا مظاہرہ ہوتا ہے، اگر چہ کہ ان کو عظمت سے نہ دیکھا جائے، مگر اس سے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں آتا، کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

پردے پر جو تصویر لٹکائی تھی ،عظمت کی وجہ سے انہوں نے لٹکائی تھی ؟اور کیا اللہ کے نبی انے ان کو جو منع کیا وہ صرف اس لئے منع کیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصویر کو عظمت سے لٹکایا تھا؟ کیا یہ دعویٰ کرنا صحیح ہوگا ؟ ہرگز نہیں، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی کیسے یہ امید کرسکتا ہے کہ انہوں نے تصویر کو عظمت کی بناپر لٹکایا تھا،مگراس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے ان کو اس سے منع فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پامال تصاویر کا مطلب یہ نہیں کہ عظمت نہ کی جائے ، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا رویہ بھی اختیار نہ کیا جائے ،جس سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہواور غور کیجئے کہ کیا ''ٹی وی'' کی تصاویر میں ان کی عظمت کا پہلو 'علی وجہ الاتم' موجود نہیں ہے؟ اوراس کی تصاویر کو شان وشوکت سے کیا دکھایا نہیں جاتا ؟ اور کیا اس رویہ اور سلوک سے ان کی شان ظاہر نہیں ہوتی ؟ پھر کس طرح یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ ''ٹی وی''کی تصاویر پامال تصاویر ہیں؟

ٹی.وی.کی صورتیں کیا عکس ہیں؟

جو علماء ''ٹی وی'' کی صورتوں کو تصاویر نہیں بلکہ عکس مانتے ہیں ،ان میں تین قسم کے لوگ ہیں ،ایک وہ جو ٹی وی کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر پر قیاس کرتے ہیں ،دوسرے وہ جو'ٹی وی' کی تصویر کو مطلقاً ''برقی ذرات'' سے بنا ہوا ایک عکس مانتے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو اس میں تفصیل کرتے ہیں اور راست نشریہ کو عکس اور بالواسطہ نشریہ کو تصویر کے حکم میں مانتے ہیں۔اب ہم یہاں پر ان میں سے ہر ایک کا جائزہ لیتے ہیں۔

ٹی وی اور کیمرے کی تصویر

ان میں سے بعض نے ''ٹی وی'' کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر مان کر اس کو آئینہ یا پانی کے عکس کے مشابہ قرار دیا ہے اور اس بنا پر ان کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، اور اس کے جواز کے لئے بہت سے علماء کی طرف جواز کا قول منسوب کیا ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں:

ایک تو اس لئے کہ کیمرے کی تصویر کو پانی کے عکس کی طرح ماننا بداھۃً غلط ہے کیوں کہ پانی یا آئینہ کا عکس اولاً تو ناپائیدار ہوتا ہے؛ جب تک شیٔ ان کے مقابل ہے اس وقت تک وہ نظر آتا ہے اور جب ان کے سامنے سے وہ شیٔ ہٹالی جائے تو اس کا عکس بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف ''ٹی وی'' کی صورتیں اس قبیل سے نہیں ہیں۔ لہذا مطلقاً ''ٹی وی'' کی تصویر کو عکس قرار دیکر اس کو جائز کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، اور اس کی دلیل ہم عنقریب بیان کریں گے۔

دوسرے اس لئے کہ کیمرے کی تصویر کو بھی اکثر علماء نے ناجائز ہی کہا ہے اور جمہور کی طرف سے جواز کے قائلین کے استدلالات کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے، اس لئے ان کے قول یا فتوے سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ پھر ان میں سے بعض بڑی شخصیات نے اپنے فتوے سے رجوع بھی کرلیا ہے، جیسے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ'' **کشف السجاف عن وجه فوتوغراف** '' میں اس قسم کے دلائل کا مفصل جائزہ لیا ہے، اس میں کیمرے کی تصویر کو عکس قرار دینے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ فوٹوگرافی درحقیقت عکاسی ہے، جس

طرح آئینہ، پانی اور دوسری شفاف چیزوں پر عکس اُتر آتا ہے، اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے، اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا، اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے اور فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس پائیدار نہیں رہتا، اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے، ورنہ فوٹوگرافر اعضاء کی تخلیق وتکوین نہیں کرتا، اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے فوٹو کی تصویر کو آئینہ، پانی وغیرہ کے عکس پر قیاس کیا ہے، یعنی جس طرح آئینے کے عکس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ایسے ہی فوٹو کی تصویر بھی ایک عکس ہے، پھر اس کو کیوں حرام کیا جائے؟

لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ قیاس اصولِ قیاس کے قطعاً خلاف ہے اور ایک عالم کی شان اس سے بہت اعلیٰ ہونی چاہئے کہ وہ ایسی ظاہر الفرق چیزوں میں فرق نہ کرے اور ایک پر دوسرے کا حکم نافذ کردے، فوٹو کی تصویر اور آئینے وغیرہ کے عکس میں چند نمایاں فرق ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا- سب سے بڑا فرق تو یہی ہے جس کو خود یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہوئے ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس قائم اور پائدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے۔

مگر وہ اس فرق کو قلیل سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ یہی فرق تصویر اور عکس میں ما بہ الامتیاز ہے، عکس جس وقت تک مسالہ لگا کر پائدار نہ کرلیا جائے اس وقت تک وہ عکس ہے؛ اور جب اسکو مسالہ کے ذریعہ سے پائدار اور قائم کرلیا جائے وہی عکس عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے، کیوں کہ عکس،

صاحبِ عکس کا ایک عرض ہے جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ آئینہ، پانی وغیرہ میں جب تک کہ ذی عکس ان کے مقابل رہتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ ان کے محاذات سے ہٹ جائے تو عکس بھی اس کے ساتھ چل دیتا ہے، دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اس کا عکس زمین پر پڑتا ہے، مگر اس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے، جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اس کے ساتھ چلتا ہے، زمین کے کسی خاص حصہ پر اس کا قائم اور پائدار ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالہ یا نقش اور رنگ کے ذریعہ سے اس سے اس کی تصویر نہ کھینچ لی جائے۔

حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائیدار نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ عکس ہے، اور جب اس کو کسی طریقہ سے قائم و پائیدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

اور عکس جب تک عکس ہے نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت، خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشہ پر اور جب وہ اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اختیار کریگا، خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو یا خطوط ونقوش کے ذریعہ سے اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر، اس کے سارے احکام وہی ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض یہ کہ مسالہ لگا کر پائیدار کرنے سے پہلے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ، پانی وغیرہ میں، اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کو پائیدار کر لینا ایسا ہی حرام وناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔

آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اس کو آئینہ پر لگایا جائے تو

اس کے مقابل صورت اس میں قائم ہو جائے یا کوئی شخص اسی صورت کو قلم وغیرہ سے آئینہ پر نقش کردے تو یقیناً اس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے۔

۲- دوسرا فرق آئینے وغیرہ کے عکس اور فوٹو کی تصویر میں یہ بھی ہے کہ آئینے کے عکس میں مشابہتِ کفار لازم نہیں آتی اور فوٹو میں لازم آتی ہے یا پانی وغیرہ میں چہرہ دیکھنا کفار کا خاص شعار نہیں بلکہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے بھی ثابت ہے اور فوٹو کا دیواروں وغیرہ میں لگانا عموماً کیتھولک اور دیگر تصاویر پرست فرقۂ کفار کے عمل کے مشابہ ہے۔

۳-ایک فرق یہ بھی ہے کہ عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے،اس لئے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونا چاہئے نہ عکسِ آئینہ کے۔

یہ تین نمایاں فرق ہیں جو فوٹو کی تصویر کو آئینے وغیرہ کے عکس سے ممتاز کردیتے ہیں،اس لئے فوٹو کی تصویر کو آئینے کے عکس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا جو شرعاً وعقلاً مردود ہے۔

(آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام:۱۴۱-۱۴۴)

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ کیمرے کی تصویر بھی اسلام میں ناجائز ہے جس طرح کہ وہ تصویر جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہے۔اور جب ان کا حرام ہونا ثابت ہوگیا تو ''ٹی وی'' کی تصاویر کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ وہ بھی ناجائز ہیں کیوں کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر کو بھی اسی دلیل سے جائز کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی بنیاد پر کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دینے کی کوشش کی گئی

تھی، اور اس دلیل کا حشر دیکھ لیا گیا اور جواز کی کوئی اور دلیل ہے نہیں، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔

❁ ''ٹی وی'' اور برقی ذرات

جو حضرات ''ٹی وی'' کی صورتوں کو مطلقاً خواہ براہ راست نشر کی جائیں یا بالواسطہ نشر کی جائیں، عکس مانتے ہیں اور ان صورتوں کو ''برقی ذرات'' کا ایک مرتب مجموعہ قرار دیتے ہیں، وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر محض ''برقی ذرات'' کا ایک تسلسل ہوتا ہے، جو دیکھنے والے کی آنکھوں کو تصویر کی شکل میں نظر آتا ہے، ورنہ وہاں حقیقت میں کوئی تصویر نہیں ہوتی، ان حضرات نے اس قسم کی تصاویر کو پانی اور آئینے کے عکس پر قیاس کیا ہے، کہ جس طرح یہ جائز ہے اسی طرح ''ٹی وی'' کی تصویر بھی 'عکس' ہونے کی وجہ سے جائز ہونا چاہئے۔

❁ مباشر وغیر مباشر پروگرام کا حکم؟

اور جو حضرات ''ٹی وی'' کے پرگرموں میں مباشر وغیر مباشر کی تفریق کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ مباشر پروگرام میں چوں کہ پہلے سے کوئی فلم اور نگیٹیو نہیں بنائی جاتی، اس لئے اس پر دکھائی دینے والی تصاویر عکس کے حکم میں ہیں؛ اور غیر مباشر پروگرام میں چوں کہ اولاً فلم اور نگیٹیو بنائی جاتی ہے، پھر اسی کی مدد سے پروگرام نشر کیا جاتا ہے، اس لئے ''ٹی وی'' کی صورتوں کو بھی اسی کا حکم دیتے ہوئے تصاویر قرار دیا جائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی زید مجدہم نے لکھا ہے کہ:

''ٹی وی'' پر ذی روح کی تصویر اگر نگیٹیو لینے کے بعد اس کے ذریعہ

نشر کی جائے تب تو اس کا حکم تصویر کا ہے۔اور اگر براہِ راست اس طرح ٹیلی کاسٹ کیا جائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے تو یہ عکس ہے اور اس وقت درست ہے جب کسی خاتون کو سامنے نہ لایا جائے اور نہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے اس کا استعمال کیا جائے''۔

(جدید فقہی مسائل:۱/۳۵۰)

❁ مذکورہ دلائل کا جائزہ

مگر یہ بات ایک اندازہ وتخمینہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور تحقیق کے عمل سے گزرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ''ٹی وی'' کی صورتوں کو محض عکس قرار دینا یا اس کے مباشر وغیر مباشر پروگراموں میں فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کی تفصیل وتحقیق یہ ہے کہ ''ٹی وی'' پر جو بھی پروگرام نشر کیا جاتا ہے، یہ کیمرے [CAMERA] ہی کی مدد سے کیا جاتا ہے اور کیمرا ''ٹی وی'' کی صنعت کاری کے لئے سب سے زیادہ اہم خدمت گار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کیمرے وہی ہوتے ہیں جو عام سٹوڈیو [Studio] میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

آر.آر.گلاٹی نے جو ''ٹیلی ویژن انجینیر نگ'' کے موضوع پر متعدد کتابوں کا مصنف ہے، اس سلسلہ میں لکھا ہے:

The studio camera is the work-horse of the television industry .

(Modern Television Practice,P: 33)

ترجمہ- کہ اسٹوڈیو میں استعمال ہونے والا کیمرا ٹیلی ویژن صنعت کے لئے بہت زیادہ معین و مددگار اور اہم ہے۔

اور یہ کیمرا پہلے کسی بھی منظر کو (جسے ٹی وی پر لانا ہوتا ہے) [Lens] کے ذریعہ اپنے اندر اُتارتا ہے اور بالکل اسی طرح جیسے عام فلم میں الٹی تصویر [Inverted image] اُتاری جاتی ہے، پھر کیمرے میں موجود اس تصویر کو ایک دوسرے عمل سے گذارا جاتا ہے جس کو [scanning process] کہا جاتا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ کیمرے کی تصویر کو ایک ٹیوب کی مدد سے 'برقی ذرات' [electical signals] یا 'برقی لہروں' میں تبدیل کیا جاتا ہے، کیوں کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر کیمرے کی تصویر براہِ راست منتقل نہیں ہوسکتی، اس لئے اس تصویر کو اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آسکے، ضروری ہے کہ اس کو 'برقی ذرات' میں تبدیل کیا جائے، اور یہ عمل بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس طور پر ہوتا ہے کہ تصویر کا ایک ایک جزء ''ٹی وی'' کی اسکرین پر 'برقی ذرہ' کی شکل میں منتقل ہوتا ہے اور یہ تمام برقی اجزاء ملکر ایک مکمل تصویر معلوم ہوتے ہیں اور یہ عمل ایک سکنڈ میں کئی کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے تاکہ وہ تصویر اس قابل بن جائے کہ نظر آسکے۔

یہ تفصیل ہم نے متعدد ''ٹیلی ویژن انجینیر نگ'' کی کتابوں سے لی ہے، آر.آر.گلاٹی کی [Modern Television Practice] اور اسی مصنف کی دوسری کتاب [Television Monochrome and Color] اور آروند، یم ڈھاکے کی [Tele]vision Ingineering] ان تمام کتابوں میں یہ تفصیل موجود ہے، اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے چند

امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱-ایک تو اس بات پر کہ ٹیلی ویژن کے پردے پر نظر آنے والے مناظر دو مرحلوں سے گزارے جاتے ہیں، ایک مرحلے میں وہ کیمرے میں تصویر کی شکل میں اُتارے جاتے ہیں، اور دوسرے مرحلے میں ان کو [scanning] کے ذریعہ برقی ذرات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

۲-دوسرے اس بات پر کہ یہ [scanning] (اسکیاننگ) کا کام نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک سکنڈ میں متعدد دفعہ اس مرحلے سے تصویر کو گزارا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ تصویر کا کیمرے میں اُتارا جانا محسوس نہ کیا جائے۔

۳-ایک بات یہ بھی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ "ٹیلی ویژن" کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمرے اسی قسم کے ہوتے ہیں جو 'اسٹوڈیو' میں استعمال کئے جاتے ہیں اور وہی کام بھی وہ انجام دیتے ہیں جو 'اسٹوڈیو' کے کیمروں کا کام ہے۔

۴-ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کیمروں کے ذریعہ جو تصویر لی جاتی ہے وہ فلم کی طرح اُلٹی ہوتی ہے جس کو اسکیان [scan] کر کے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ منظر کشی کے کام آئے۔

یہ تمام امور وہ ہیں جو اوپر دی ہوئی تفصیلات سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں اور "ٹیلی ویژن ٹکنالوجی" سے متعلق کتابوں میں مذکور ہیں، اب اس پر غور کیجئے کہ جو صورتیں "ٹی وی" کے پردے پر ظاہر ہوتی ہیں، وہ بہر صورت "ٹی وی کیمرے" کی مدد اور اس کے واسطے ہی سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ کیمرے اولاً منظر اور سین کی اُلٹی

تصویر [Inverted image] اُتارتے ہیں، پھر اسکیا ننگ کے ذریعہ اس کو 'برقی ذرات' میں تبدیل کر کے اس کا 'سیدھا عکس' پردے پر اُبھارا جاتا ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کیمرے میں اُتاری جانے والی تصویر محض عکس نہیں ہوتا، بلکہ وہ تصویر ہوتی ہے، کیوں کہ وہ بھی اگر 'عکس' ہی ہوتا تو پھر اس کو اسکیا ننگ کا واسطہ بنانے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی، بلکہ سین اور منظر کو اس کے بغیر ہی اسکیان کر کے پردے پر لایا جاسکتا، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ تصویر کو اسکیا ننگ کا واسطہ بنایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ کیمرے میں محض برقی ذرات نہیں بلکہ تصویر ہوتی ہے جس کو اسکیان کیا جاتا ہے۔

اس وضاحت سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ 'ٹی وی' کے پردے پر نظر آنے والی ہر صورت دراصل 'کیمرے کی تصویر' کا عکس ہوتا ہے، مگر یہ عکس، تصویر کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، اس لئے جو حکم ذریعہ کا ہوگا وہی اس سے حاصل ہونے والی چیز کا بھی ہوگا، اسی لئے باتفاق علماء یہ بات طے ہے کہ 'فلم' کی تصویر حرام ہے کیوں کہ 'فلم' بھی اگر چہ کہ پردے پر نظر آنے والی صورت کے لحاظ سے عکس ہے، مگر اس لحاظ سے کہ اولا کیمرے میں اس کی تصویر اُتاری جاتی ہے اور اسی تصویر کو اس 'فلم' کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، وہ تصویر کے حکم میں ہے، اس لئے علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ لہذا ''ٹی وی'' کے پردے پر اُبھرنے والی صورت بھی اسی کے مثل ہے، اس لئے یہ بھی تصویر ہی ہے اور اس لئے ناجائز ہے۔

ٹی وی کی صورتوں کو عکس قرار دینا صحیح نہیں

اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ''ٹی وی'' پر پروگرام خواہ براہِ راست نشر

کیا جائے یا بالواسطہ نشر کیا جائے، ہر صورت میں کیمرے کی تصویر، اس کے لئے لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جا سکتا، اس لئے جس طرح 'فلم' کی تصویر کو علماء نے اس وجہ سے نا جائز کہا ہے کہ یہ تصویر اور نگیٹیو کے واسطے سے نشر کی جاتی ہے اور تصویر ہی کے حکم میں ہے، اسی طرح ''ٹی وی'' کی صورت کو بھی تصویر ہی کے حکم میں مانا جائے گا۔

❁ مباشر وغیر مباشر پروگرام میں فرق؟

اب رہا یہ سوال کہ اگر تصویر ہر صورت میں لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جا سکتا تو پھر مباشر اور غیر مباشر پروگرام میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مباشر (Indirect) نشر ہونے والے پروگرام میں کیمرے کی تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ کر لیا جاتا ہے اور مباشر (Direct) نشر ہونے والے پروگرام میں اس تصویر کو محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ مگر اس سے اصل مسئلہ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ محفوظ ہونے اور محفوظ رہنے میں کوئی فرق مسئلہ کے لحاظ سے نہیں ہے، اس لئے کہ تصویر کیمرے میں ایک منٹ کیلئے اتاری جائے یا ایک گھنٹہ کے لئے یا اس سے کم یا زیادہ وقت کے لئے، حکم کے لحاظ سے اس میں کوئی فرق نہیں، بہر حال دونوں باتیں نا جائز ہیں اور علماء نے تصریح کی ہے کہ تصویر سازی مطلقاً حرام ہے۔

غرض یہ کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں تصویر ہی کے حکم میں ہیں، خواہ نگیٹیو (Negative) لینے کے بعد نشر کی جائیں یا بغیر اس کے راست طور پر نشر کی جائیں۔ الحاصل ''ٹی وی'' کے پردے پر آنے والی صورتیں محض عکس نہیں بلکہ یہ تصاویر

ہیں، جن کا بنانا اور دیکھنا حرام وناجائز ہے

۞ تصویر ہونے کی واضح دلیل

اوپر کی تفصیل سے ایک بات واضح ہوگئی، وہ یہ کہ 'ٹی وی' کے کیمرے سے جو تصویر اُتاری جاتی ہے، وہ مباشر وغیر مباشر دونوں ہی قسم کے پروگراموں میں محفوظ ہوتی ہے، فرق صرف بعد میں اس کے محفوظ رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے، کہ غیر مباشر میں کیمرے سے تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور مباشر میں محفوظ نہیں رکھا جاتا اور اس کی دلیل کہ ہر پروگرام محفوظ ہوتا ہے، یہ ہے کہ راست نشریہ میں بھی بسا اوقات کسی مصلحت وضرورت سے دوبارہ اسی منظر کو دکھایا جاتا ہے یعنی (replay) کیا جاتا ہے، اگر راست نشر ہونے والا پروگرام محفوظ نہ ہوتا تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ اسی پہلے منظر کو دوبارہ نشر کیا جائے؟

میں نے متعدد لوگوں سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کیں اور سب نے یہ بتایا کہ میچ وغیرہ بعض راست نشریوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی ضرورت یا مصلحت سے دوبارہ پہلے منظر کو لوٹایا جاتا ہے، مثلاً کسی کھلاڑی کے ناکام ہونے کی وجوہات واسباب پر روشنی ڈالنے کیلئے دوبارہ گزرا ہوا منظر دکھایا جاتا ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام بھی محفوظ ہوتے ہیں، ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں کہ آنے جانے والے عکس کو دوبارہ نشر کیا جاسکے، اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے جو ٹی وی کی صورتوں کو راست نشریہ کی صورت میں عکس مانتے ہیں، کیوں کہ عکس، منظر کے سامنے نہ ہونے کی صورت میں دکھائی نہیں دیتا، مگر یہاں تو دکھائی دے رہا ہے، پھر کیسے وہ عکس ہوگیا؟

❁ دوسری دلیل

نیز ایک اور دلیل ''ٹی وی'' کی صورتوں کے تصویر ہونے کی یہ ہے کہ عرفِ عام میں اس کو تصویر ہی کہا اور مانا جاتا ہے، اسی طرح ''ٹی وی'' کی ٹکنالوجی پر لکھی گئی کتابوں میں بھی اس کو عام طور پر picture یعنی 'تصویر' ہی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ایسے معاملات میں عرف بھی ایک دلیل کا کام کرتا ہے، چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیمرے کی تصویر کے عکس نہ ہونے اور تصویر ہونے پر ایک استدلال یہ بھی کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

> ''عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے، اس لئے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونا چاہئے نہ عکسِ آئینہ کے''۔

(آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ۱۴۱-۱۴۴)

معلوم ہوا کہ عرف بھی اس سلسلہ میں ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرات علماء نے اس سے استدلال کیا ہے، لہذا اس اصول پر اگر ''ٹی وی'' کی صورتوں کو پرکھا اور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صورتیں بھی تصویر ہی ہیں، کیوں کہ عرفِ عام میں سب لوگ اس کو تصویر ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی زید مجدہم کے نظریہ کا جائزہ

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے بھی اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے، کہ 'ٹی وی'' کی صورتیں براہ راست نشر ہونے کی شکل میں عکس کے حکم میں ہیں اور فلم بنانے کے بعد اس کے

واسطے سے نشر ہونے کی صورت میں تصویر کے حکم میں ہیں اوراسی بنیاد پر آپ نے راست پروگرام کو جائز اوراس کی صورتوں کو تصویر سے خارج قرار دیا ہے اور فلم کے ذریعہ نشر کئے جانے والے پروگرام کو ناجائز اوران صورتوں کو تصویر کے حکم میں قرار دیا ہے۔

چناں چہ آپ نے ''تکملہ فتح الملہم'' میں یہ سوال قائم کرتے ہوئے کہ کیا ٹی وی کو تصویر کی بنا پر حرام قرار دیا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ:

" فان لهذا العبد الضعيف فيه وقفة وذلک لان الصورة المحرمة ما كانت منقوشة او منحوتة بحيث يصح لها صفة الاستقرار على شيء و هي الصورة التي كان الكفار يستعملونها للعبادة ،اما الصورة التي ليس لها ثبات و استقرار وليست منقوشة على شيء بصفة دائمة فانها بالظل اشبه منها بالصورة، ويبدو ان صورة التلفزيون والفيديو لا تستقر على شيء في مرحلة من المراحل الا اذا كان في صورة " فيلم" . فان كانت صور الانسان حية بحيث تبدو على الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الانسان امام الكيمرا، فان الصورة لا تستقر على الكيمرا ولا على الشاشة وانما هي اجزاء كهربائية تنتقل من الكيمرا الى الشاشة و تظهر عليها بترتيبها الاصلي ثم تفني و تزول".

''اس عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے اور یہ اس لئے کہ حرام تصویر تو وہ

ہے جو نقش کی گئی ہو یا تراشی گئی ہو اس طرح کہ وہ کسی چیز پر ثابت ومحفوظ ہو اور وہ ایسی تصویر ہے جس کو کفار عبادت کے لئے استعمال کیا کرتے تھے، رہی وہ تصویر جس کو قرار وثبات نہیں ہے اور وہ علی صفۃ الدوام کسی شیء پر منقوش نہیں ہے تو وہ تصویر سے زیادہ عکس کے مشابہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' اور ''ویڈیو'' کی تصاویر کسی بھی مرحلہ میں ثابت ومستقر نہیں ہوتیں مگر اس وقت جب کہ فلم کی شکل میں ہوں، پس اگر انسانوں کی تصاویر اس طرح راست نشر ہوں کہ وہ پردے پر اسی وقت میں ظاہر ہوں جس وقت انسان کیمرے کے سامنے ظاہر ہو تو وہ صورت نہ تو کیمرے میں مستقر ومحفوظ ہوتی ہے اور نہ پردے پر ثابت ہوتی ہے، بس وہ تو برقی ذرات ہیں جو کیمرے سے اسکرین کی جانب منتقل ہوتے ہیں اور پردے پر اپنی اصلی ترتیب کے مطابق ظاہر ہوتے اور پھر فنا وزائل ہوجاتے ہیں''۔ (تکملۂ فتح الملہم: ۱۶۴/۴)

اور درسِ ترمذی میں آپ نے ''ٹی وی'' پر پیش کئے جانے والے پروگراموں کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے:

۱- پہلے تصویر بنائی جائے اور پھر اس کو ٹی وی پر پیش کیا جائے، یہ ناجائز ہے۔

۲- جس میں فلم کا واسطہ نہ ہو بلکہ وہ براہ راست ٹیلی کاسٹ کی جائے، یہ عکس ہے، اس کو تصویر قرار دینے میں آپ کو تأمل ہے۔ بلکہ آپ اس کو تصویر کے حکم سے خارج مانتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ عکس کسی جگہ پر ثابت

اور مستقر علی صفۃ الدوام نہیں ہے اور تصویر وہی ہے جو علی سبیل الدوام ثابت و مستقر ہو۔

۳- ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھایا جائے۔ یہ بھی عکس ہے اس کو بھی تصویر قرار دینا مشکل ہے۔

اور آپ نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے وہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین لگا کر بھی دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آتی۔ (دیکھو درس ترمذی: ۳۵۱/۵-۳۵۲)[1]

مگر احقر کو حضرت مولانا دامت برکاتہم کے اس کلام میں کئی وجہ سے کلام ہے، جس کو میں یہاں بالترتیب پیش کرتا ہوں اور میں حضرت والا کی خدمت میں با ادب یہ گزارش کرتا ہوں کہ اپنی اس رائے پر نظر ثانی فرمائیں۔

۱- ایک تو اس وجہ سے کہ مولانا محترم نے جو یہ فرمایا کہ ''حرام تصویر وہ ہے جو منقوش (نقش کی ہوئی) ہو یا منحوت (تراشی ہوئی) ہو'' اس میں آپ نے ممنوع تصویر کو صرف دو صورتوں میں منحصر کر دیا ہے، حالاں کہ بات ایسی نہیں ہے، کیوں کہ منقوش و منحوت کے ساتھ وہ تصویر بھی ناجائز ہے جو مدہون (رنگ کی ہوئی) یا منقور (کھدی ہوئی) ہو یا منسوج (بُنی ہوئی) ہو، چناں چہ امام ابن حجرؒ نے فرمایا کہ:

ویستفاد منه انه لا فرق بین ان تکون الصورة لها ظل او لا، ولا بین ان تکون مدهونة او منقوشة او منقورة او منسوجة .

(فتح الباری: ۳۹۰/۱۰)

معلوم ہوا کہ صرف دو ہی صورتوں میں حرام تصویر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی شکلیں علماء نے بیان کی ہیں، اس لئے صرف دو شکلوں میں حرام تصویر کو منحصر کرنا صحیح نہیں، الا یہ کہ ہم مولانا موصوف کے کلام میں تاویل سے کام لیتے ہوئے یوں کہیں کہ مولانا نے منقوش کے لفظ سے ان ساری شکلوں کو مراد لیا ہے۔(و اللہ اعلم)

۲- دوسرے اس وجہ سے کہ مولانا موصوف نے فرمایا کہ ''یہی منقوش و منحوت تصاویر ہیں جن کو کفار عبادت کے لئے استعمال کرتے تھے، اس لئے ممنوع وہی تصویر ہوگی جو منحوت یا منقوش ہو'' مگر یہ بات بھی محل نظر ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور کے کفار تو صرف منحوت (تراشے ہوئے بت) کی پوجا کرتے تھے، اُس دور میں منقوش کی پوجا نہیں ہوتی تھی، اور اسی وجہ سے مصری علماء اور بعض دیگر حضرات نے کیمرے کی تصویر کے بارے میں جواز کا قول کہا ہے کہ اُس دور میں کفار اس قسم کی تصویر کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ہاں بعد کے ادوار میں کفار میں اور بالخصوص ہندی اقوام میں اس کا بھی رواج ہوگیا کہ نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی تصاویر کی بھی عبادت کرنے لگے۔

پس اگر مولانا کا منشأ اس عبارت سے یہ ہے کہ اُس دور میں کفار جس تصویر کی عبادت کرتے تھے، حرام صرف اسی قسم کی تصویر ہے تو اُس دور میں صرف تراشیدہ بت پوجے جاتے تھے اور نقش کی ہوئی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی تھی، اس لئے صرف تراشیدہ تصویر ہی حرام ہونا چاہئے، حالاں کہ یہ بات جمہور علماء کے خلاف ہے اور خود حضرت مولانا بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ غیر اللہ کی عبادت و پرستش کا ذریعہ بننے والی تصویر حرام ہے، خواہ وہ منحوت ہو یا منقوش ہو، تب تو یہ بات صحیح ہے، لیکن تصاویر کو صرف دو شکلوں میں منحصر کرنے کی بات غلط ہو جاتی ہے، کیوں کہ جس طرح کسی زمانے میں تراشیدہ بت شرک کا ذریعہ بنے ہوئے تھے اور اس لئے تصویر کو حرام قرار دیا گیا، اسی طرح بعد میں منقوش تصویر بھی ذریعہ شرک بن گئی، اور یہ بھی خارج از امکان نہیں ہے کہ 'ٹی وی' کی صورتوں کو بھی کفار ذریعۂ بت پرستی بنالیں، لہذا اس کو اس سے خارج قرار دینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

دوسرے علاقوں کا حال تو مجھے نہیں معلوم، البتہ ہمارے یہاں آج کل کفار نے ایک ایسی شکل کو بھی ذریعۂ شرک بنالیا ہے کہ اس سے قبل اس کا شاید تصور بھی نہ کیا جا سکتا ہو، وہ یہ کہ بجلی کے قمقموں (لائٹوں) کو جوڑ کر اور ترتیب دیکر اس سے بتوں اور باطل معبودوں کی شکل بناتے ہیں اور ان کو عیدوں میں (اپنی عادت کے مطابق) گلی کوچوں میں گھماتے ہیں، اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ان قمقموں کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے تو کوئی صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو صرف قمقمے ہوتے ہیں، ان کو یہ لوگ بالترتیب جوڑ دیتے ہیں جس سے ایک شکل سی بن جاتی ہے، مگر اس کے باوجود میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عالم تو عالم، معمولی دین کا علم رکھنے والا بھی اس قسم کی تصویر کو جائز سمجھتا ہو۔

اس سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حرام تصویر جو پوجا کے لئے استعمال کی جاتی تھی، وہ کبھی تو صرف تراشیدہ بت تھے اور بعد میں نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی تصاویر بھی پوجی جانے لگیں، حالاں کہ اس سے قبل وہ پوجی نہیں جاتی تھیں، مگر علماء نے ان کو بھی ناجائز ہی قرار دیا تھا، اسی طرح ابھی میں نے ہمارے

علاقوں میں رائج شکل کا ذکر کیا ہے، اس سے قبل اس کا کوئی تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن اب وہ بھی رائج ہے، مگر اس کے رواج سے قبل بھی اگر اس صورت وشکل کا سوال اُٹھایا جاتا تو اس کو بھی حرام ہی کہا جاتا۔

اسی طرح ''ٹی وی'' کے پردے پر آنے والی صورت کو یہ کہہ کر حرمت کے حکم سے کیوں کر خارج کیا جا سکتا ہے کہ یہ تصویریں کفار میں پوجی نہیں جاتی تھیں؟ آج اگر نہیں پوجی جاتیں تو ہوسکتا ہے کہ کل ان کی بھی عبادت و پوجا کی جائے اور یہ بعید از امکان نہیں ہے۔ آج اس دور ترقی میں کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، اگر ٹی وی کو اس طرح مندروں اور کفار کی عید برات میں رکھا جائے کہ اس پر ان کے باطل خداؤں کی تصاویر آتی جائیں اور یہ مشرکین و کفار ان کی پوجا کرنے لگیں، تو کیا یہ ناممکن اور خارج از امکان ہے؟

کیا قادیانی فرقہ کے لوگ اپنی عبادت گاہوں میں ''ٹی وی'' رکھ کر اپنے امام کا خطبہ نہیں سن رہے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ رہے ہیں؟ اگر یہ ہوسکتا ہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار اپنی مندروں میں ''ٹی وی'' کے ذریعہ اپنے معبودان باطلہ کی پوجا و پرستش کا کوئی سلسلہ قائم کر دیں۔

الغرض تصویر خواہ فی الحال پوجی جاتی ہو یا اس کے پوجے جانے کا امکان ہو، دونوں ہی اسلام میں ناجائز ہیں، لہذا حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ صرف منحوت یا منقوش تصاویر ہی وہ ہیں جن کی کفار عبادت کیا کرتے تھے، اس لئے 'ٹی وی' کی تصاویر اس قبیل کی نہیں، اس لئے یہ جائز ہیں، خالی از اشکال نہیں، بلکہ قابلِ اشکال ہے۔

۳-تیسرے اس لئے کہ ہم نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر پروگرام میں

''ٹیلی ویژن'' ٹکنالوجی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ اولاً اس کو کیمرے میں اُتارا جائے اور پھر اس کو اسکرین پر دکھانے کے قابل بنانے کے واسطے ''الیکٹریکل سگنل'' میں تبدیل کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر تو وہاں بھی ضرور ہوتی ہے اور برقی کیمرے کے ذریعہ ہی اس کو بھی لیا جاتا ہے، اور خود مولانا موصوف بھی اس کے قائل ہیں کہ برقی کیمرے سے لی جانے والی تصویر بھی ممنوع تصویر ہی کے حکم میں ہے۔ اور ہم نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ راست نشریہ میں بھی یہ تصویر محفوظ ہوتی ہے اور اسی لئے اس کا (Replay) کرنا ممکن ہوتا ہے۔

رہا حضرت مولانا کا یہ کہنا کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر 'علی صفۃ الدوام' ثابت نہیں ہوتیں اور ''تصویر وہی ہے جو علی صفۃ الدوام ثابت ومستقر ہو''، یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ''تصویر وہ ہے جس کا علی صفۃ الدوام ثابت رکھنا ممکن ہو، چاہے وہ ثابت رکھی جائے یا نہ رکھی جائے'' اور میں اوپر کہہ آیا ہوں کہ 'ٹی وی' کی تصویر اولاً کیمرے میں اُتاری جاتی ہے اور وہ محفوظ بھی ہوتی ہے اور اسی لئے اس کا (Replay) کرنا ممکن ہوتا ہے، پھر اس کو اسکیان کیا جاتا ہے اور اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آ سکے، پھر اس تصویر کو اگر باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی فلم بنالی جاتی ہے اور اگر محفوظ نہ رکھنا چاہیں تو اس کی فلم نہیں بنائی جاتی، مگر اس سے اس تصویر کے تصویر ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے؟

اگر مولانا کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس سے وہ تمام تصاویر جائز ہو جانا چاہئیں جو 'علی صفۃ الدوام' نہ بنائی جائیں، مثلاً ایک شخص تفریح میں جاتا ہے اور وہاں اپنی تصویر لیتا یا کھنچواتا ہے مگر بعد میں اس کو ضائع کر دیتا ہے، تو کیا محض اس لئے کہ یہ 'علی صفۃ الدوام' نہیں بنائی گئی، اس تصویر سازی کی اجازت دی

جائے گی؟

نہیں، بلکہ یوں کہا جائے گا یہ بھی نا جائز ہے اور اس لئے نا جائز ہے کہ یہ اگر چہ 'علی صفة الدوام' نہیں بنائی گئی، مگر 'علی صفة الدوام' اس کا ثابت رکھنا ممکن ہے ۔اسی طرح 'ٹی وی' کی یہ تصاویر 'علی صفة الدوام' ثابت ومستقر نہ ہونے کے باوجود ان کا 'علی صفة الدوام' باقی وثابت رکھنا ممکن تو ہے، اس لئے یہ بھی نا جائز ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ کیمرے کی تصویر تو 'علی صفة الدوام' ہوتی ہی ہے، اس لئے وہ تو نا جائز ہے مگر ''ٹی وی'' کی تصاویر 'علی صفة الدوام' نہیں ہوتیں، تو عرض ہے کہ یہ بات بجائے خود غلط ہے، اور ہم نے اوپر اس کو ثابت کیا ہے کہ ''ٹی وی'' کی ہر تصویر جو اس کے کیمرے میں اُتاری جاتی ہے وہ 'علی صفة الدوام' ہوتی ہے اور اسی لئے اس کا دوبارہ دکھانا ممکن ہوتا ہے، ہاں اس کے بعد میں اس کو ثابت و باقی رکھنا یا نہ رکھنا یہ الگ بات ہے، اس لئے اس میں اور کیمرے کی تصویر میں بنیادی طور پر کوئی قابلِ لحاظ فرق نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا کو کسی چیز کے 'علی صفة الدوام' نہ ہونے اور 'علی صفة الدوام' باقی نہ رہنے میں اشتباہ ہو گیا، 'علی صفة الدوام' نہ ہونا تو یہ ہے کہ فی الحال اس میں ثابت و باقی رہنے کی صلاحیت نہ ہو، جیسے آئینے یا پانی کے عکس میں یہ بات نہیں ہوتی، اور اسی لئے یہ عکس ہے اور جائز ہے، اور 'علی صفة الدوام' باقی نہ رہنا یہ ہے کہ فی الحال تو اس میں باقی رہنے کی صفت ہے کہ اگر چاہے تو اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے، مگر باقی رکھا نہیں جاتا، مثلاً ضائع کر دیا جاتا ہے، تو یہ عکس نہیں ہے بلکہ تصویر ہے کیوں کہ پائیدار ہے اور اس لئے یہ نا جائز ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دو باتیں نہ واقعہ کے لحاظ سے یکساں ہیں اور نہ حکم کے لحاظ

سے یکساں ہیں مگر حضرت نے ان دونوں کو یکساں خیال فرمالیا، اس لئے ایک کا حکم دوسری جگہ بیان فرمادیا۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا کی یہ بات جمہور علماء وفقہاء کے بھی خلاف ہے کیوں کہ مالکیہ کے مشہور قول میں اور شافعیہ کے نزدیک ایسی تصویر بنانا بھی ناجائز ہے جو 'علی صفۃ الدوام' نہ ہو، مثلاً گوندھے ہوئے آٹے میں یا حلوے یا کسی پھل کے چھلکے وغیرہ میں اگر تصویر بنائی جائے جو عام طور پر باقی نہیں رہتی، تو ان حضرات کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔

چناں چہ ''**الموسوعة الفقهية**'' میں ہے کہ:

'' للمالكية قولان فی الصور التی لا تتخذ للابقاء كالتی تعمل من العجين، واشهر القولين المنع، و كذا نقلهما العدوی، وقال: ان القول بالجواز هو لاصبغ، و مثل له بما يصنع من عجين او قشر بطيخ، لانه اذا نشف تقطع، و عند الشافعية : يحرم صنعها و لا يحرم بيعها. ولم نجد عند غيرهم نصا فی ذلک''.

(الموسوعة الفقهية: ۱۲/۱۱۱-۱۱۲)

ترجمہ- مالکیہ کے ان تصاویر کے بارے میں دو قول ہیں جو باقی رکھنے کے لئے نہ بنائی جائیں، جیسے وہ صورتیں جو گوندھے ہوئے آٹے سے بنائی جاتی ہیں اور ان کا مشہور قول منع ہی کا ہے اور ان دونوں اقوال کو علامہ عدوی نے بھی نقل کیا ہے اور فرمایا کہ جواز کا قول امام اصبغ کا ہے اور ایسی تصویر کی مثال یہ بیان کی جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے یا تربوز کے چھلکے سے بنائی جائے، کیوں کہ جب وہ سوکھ جاتا ہے تو وہ تصویر ٹوٹ بھی جاتی ہے، باقی نہیں رہتی، اور ہم نے اس بارے

میں ان حضرات کے علاوہ دوسروں کی تصریح نہیں پائی۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ تصویر صرف وہی ناجائز نہیں ہے جو' علی صفة الدوام' بنائی جائے، بلکہ اگر 'علی صفة الدوام 'نہ ہو تب بھی مالکیہ کے مشہور قول میں اور شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور مالکیہ میں سے صرف امام اصبغ اس کے جواز کے قائل ہیں اور اگر چہ علماء حنفیہ وحنابلہ کی اس سلسلہ میں کوئی تصریح نہیں ملی ،لیکن ان کے اصول پر بھی یہی بات ہونا چاہئے، کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک بھی تصویر سازی مطلقاً حرام ہے،جیسا کہ ہم نے اوپر علماء کے حوالے اس سلسلہ میں پیش کئے ہیں۔

الغرض تصویر خواہ 'علی صفة الدوام' بنائی جائے یا 'علی صفة الدوام 'نہ بنائی جائے بہرصورت وہ ناجائز ہے۔

۴- چوتھے اس وجہ سے کہ ویڈیو کی تصاویر کے بارے میں مولانا موصوف کا یہ کہنا کہ یہ تصاویر نہیں، کیوں کہ اس میں صورت محفوظ نہیں ہوتی ، بلکہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہ بھی محل تامل ہے۔

اس لئے کہ یہ دلیل اگر مان لی جائے تو پھر کیمرے کی تصاویر کو بھی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیمرے میں بسا اوقات اس قدر باریک قسم کی تصاویر لی جاتی ہیں کہ صورت وشکل واضح نہیں ہوتی، بلکہ عام طور پر بھی جو تصاویر لی جاتی ہیں ان کو کیمرے کی ریل میں دیکھنا چاہیں تو آنکھ وناک کا کوئی نقشہ معلوم نہیں ہوتا اور مخصوص شخص کو پہچانا نہیں جاسکتا،تو کیا اس بنا پر (کم از کم نگیٹیو کی حد تک) کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دیا جائے گا، کہ کیمرے میں ان صورتوں کا کوئی واضح نقشہ نہیں محسوس ہوتا؟ کیوں کہ حضرت مولانا کی اس دلیل سے

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تصویر اسی وقت تصویر ہے جب کہ اس کے آلہ میں بھی وہ اسی طرح نظر آئے جس طرح آلہ سے باہر نظر آئے، حالاں کہ یہ بات خود ایک دعویٰ ہے جو محتاجِ دلیل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵- پانچویں اس لئے کہ اصل چیز جس کو دیکھنا ہے وہ نتیجہ اور مقصد ہے، نہ کہ ذرائع ووسائل، کیوں کہ ذرائع ووسائل کچھ بھی ہوں، ان کی مستقل کوئی اہمیت نہیں، اصل یہ دیکھنا ہے کہ وہ چیز جو ان ذرائع سے حاصل کی جارہی ہے وہ کیا ہے؟ اس اصول پر 'ویڈیو' کے بارے میں یہ کہنا کہ ''اس میں برقی ذرات ہوتے ہیں اور اس میں دوربین سے بھی دیکھا جائے تو اس میں کوئی تصویر نہیں ملے گی، اس لئے اس کی تصویر تصویر نہیں'' نہایت ہی قابلِ تعجب بات ہے۔ کیوں کہ جب 'ویڈیو' کو چلایا جاتا ہے تو اس میں جو نظر آتا ہے وہ آخر اس کے اندر ہی تو تھا جو اب باہر نظر آرہا ہے؟ اگر اس میں پہلے سے یہ نہیں تھا تو کہاں سے اب آگیا؟ معلوم ہوا کہ اس میں یہ محفوظ تھا مگر دوسری شکل میں تھا اور وہی محفوظ چیز اب باہر اسکرین پر نظر آرہی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ذرائع ووسائل کیسے بھی ہوں اور اس میں جس طریقے سے چاہے کام کیا جائے، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ سب کو معلوم ہے اور خود حضرت مولانا نے اس بات کو کیمرے کی تصویر کے بارے میں تسلیم کیا ہے، چناں چہ آپ نے 'تکملة فتح الملهم' میں فرمایا کہ:

''والواقع ان التفريق بين الصور المرسومة والصور الشمسية لا ينبغي على اصل قوى ، ومن المقرر شرعا ان ما كان حراما او غير مشروع في اصله لا يتغير حكمه بتغير الآلة ، فالخمر حرام سواء خمّرت باليد او بالماكينات الحديثة، والقتل حرام سواء باشره

المرء بسكّين او باطلاق الرصاص، فكذلک الصورة قد نهى الشارع عن صنعها و اقتنائها، فلا فرق بينما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور او بآلات الفوتوغرافية"

ترجمہ- یعنی واقعہ یہ ہے کہ ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر اور عکسی تصویر کے مابین فرق کرنا کسی قوی اصول پر مبنی نہیں ہے اور یہ بات شرعاً طے ہے کہ جو چیز اصل اعتبار سے حرام یا غیر مشروع ہے اس کا حکم آلات کے بدل جانے سے نہیں بدلتا، مثلا شراب حرام ہے، خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا جدید مشینوں کے ذریعہ بنائی جائے اور قتل حرام ہے خواہ آدمی چھری سے اس کو انجام دے یا بندوق کی گولی سے، اسی طرح تصویر ہے کہ شارع نے اس کو بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا ہے، پس اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر، تصویر بنانے والے کے قلم سے بنائی جائے یا فوٹوگرافی کے آلات سے بنائی جائے۔

(تکملۂ فتح الملھم: ۴/۱۶۴)

حضرت مولانا موصوف نے اس عبارت میں جو بات ارشاد فرمائی ہے، بعینہ وہی بات ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر پر بھی صادق آتی ہے، کیوں کہ ان میں بھی تصویر ہوتی ہے اور وہ 'الکٹرانک آلات' کے واسطے سے ''ٹی وی'' کے پردے پر ظاہر ہوتی ہے، تو اس واسطے اور آلہ کے بدل جانے سے حکم میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے۔

اسی طرح مولانا کا یہ فرمانا کہ ویڈیو میں تصویر محفوظ نہیں ہوتی، صحیح نہیں ہے بلکہ محفوظ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے موقعہ پر اس کو دیکھا جا سکتا ہے، چاہے اس کے محفوظ ہونے کی شکل کچھ بھی ہو۔

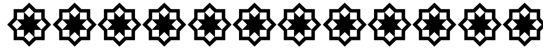
فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ''ٹی وی'' کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں، اور یہ تصویر تابعِ اصل نہیں بلکہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مرکھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں، اگر یہ منطق تسلیم کرلی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بلکہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش اسکرین پر جاکر تصویر بنادیتے ہیں تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ''ٹی وی'' صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا بھی آلہ قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے، اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگئی، مختصر یہ کہ ''ٹی وی'' اور ویڈیو کیسٹ کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فنِ تصویر سازی کو ترقی دیکر اس میں مزید جدت پیدا کردی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کرلیا۔

(احسن الفتاویٰ: ۳۰۲/۸)

ہم نے اس مسئلہ پر ایک اہم ضرورت سمجھ کر قلم اُٹھایا ہے اور حضرت مولانا موصوف زید مجدہم کے اس سلسلہ میں نظریہ پر یہ تبصرہ وجائزہ بھی اسی لئے پیش کیا ہے، مولانا موصوف اگرچہ علم وتفقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں اور ہم ان کے

خوشہ چیں ہیں، تاہم علمی اختلاف دلائل کی روشنی میں ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اکابر و سلف میں اس کی بے شمار نظیریں ملتی ہیں کہ استاذ سے شاگردوں نے اختلاف کیا اور بڑوں سے ان کے خوردوں نے اختلاف کیا۔ امید ہے کہ احقر کی یہ گزارشات بارِ خاطر نہ ہوں گی اور اگر اس بارے میں مجھ سے لغزش ہوئی ہو تو اس میں رہنمائی فرمائیں گے۔



باب دوم

ٹی.وی. کے مختلف پروگراموں کی شرعی حیثیت

۞ فحش وعریان پروگرام

یہ بات معلوم ہے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر مختلف قسم کے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں جن میں بعض وہ ہیں جو فحاشی وعریانی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ اسلام کے مزاج کے قطعاً منافی اور اس سے غیر آہنگ ہے،اسلام ان چیزوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا ہے جن سے فحاشی کے راستے مفتوح ہوتے ہوں،عریانیت، وبے حیائی کے جذبات بیدار ہوتے ہوں،اخلاق سوز وروح فرسا حرکات شائع وعام ہوتے ہوں،اور غیر طبعی افعال کے لئے راہیں ہموار ہوتی ہوں۔

۞ اسلام کا لطیف مزاج

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ بعید سے بعید تر بھی کوئی ایسی راہ کھلی رکھنا پسند نہیں کرتا،جس سے مجرمانہ برائی وبے حیائی راہ پاسکے،بلکہ وہ ہر اس راستہ کو مسدود کرتا ہے،جس میں یہ امکان (Logical Possibility) بھی ہو کہ اس سے برائی وبے حیائی اور فحاشی وعریانی کو داخل ہونے کا موقع ملے گا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صرف زنا سے نہیں بلکہ زنا کے دواعی ومقدمات سے بھی منع کیا ہے،

چنانچہ فرمایا گیا:

وَلَا تَقْرَبُوْ الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا.

[الاسراء : ۳۲]

ترجمہ-اور زنا کے قریب نہ جاؤ یہ فحش کام ہے اور بُرا راستہ ہے۔

اسی طرح قرآن نے فحش و بے حیائی کی طرف لے جانے والی تمام چیزوں سے منع کیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ .

[الانعام: ۱۵۱]

ترجمہ: اور تم فحش کاموں کے قریب مت جاؤ ظاہر ہوں یا مخفی ہوں۔

نیز اسی لئے اپنی آنکھوں کو نیچے رکھنے کا صاف وواضح حکم دیا گیا ہے چناں چہ فرمایا گیا:

قُلْ لِلْمُؤْ مِنِیْنَ یَغُضُّوْ ا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ .

ترجمہ: آپ (اے نبی) مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

[سورۂ نور: ۳۰]

غور کیجئے کہ حفاظت فرج ایک مہتم بالشان کام تھا اور عصمت وعفت تمام نیکیوں کی جڑ، اُم اور اَساس تھی، مگر چوں کہ وہ کسی حال میں حاصل نہ ہوسکتی تھی جب تک کہ ان راہوں اور راستوں کو بند نہ کیا جاتا، جن سے حفاظتِ فرج وعصمت وعفت میں خلل پڑتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فتنہ جہاں سے ابل سکتا تھا اور اخلاق پر جہاں سے ضرب پڑسکتی تھی، انہی سوراخوں اور راستوں کو سب سے پہلے بند کردیا ہے

اور حکم دیا کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر، ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر آلود ہے۔

(رواہ الحاکم وصححہ، من حدیث حذیفہ، کذا فی تخریج الاحیاء للعراقی: ۱/ص۲۳۴)

اس کا منشاء یہی ہے کہ بدنگاہی سے برائی کا دروازہ کھلتا ہے، اس لئے پہلے اسی کو بند کیا جائے۔ اسی طرح عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے پیروں کو زمین پر مارتے ہوئے نہ چلیں، چناں چہ ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ.

[سورۂ نور: ۳۱]

کیوں کہ اس سے عورتوں کی زینت ظاہر ہوگی اور بالآخر مردوں کی توجہ ان کی طرف ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو ایسا زیور پہننا منع ہے جو بجتا ہو، جیسے پیروں میں پٹی ڈالنے کا رواج ہے کہ یہ بجنے والی ہو تو منع ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سی بچی کے پیروں میں بجنے والا زیور دیکھا تو اس کو کاٹ کر نکال دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

(ابوداوٗد: باب ماجاء فی الجلاجل: ۲/۴۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی کو لایا گیا، جس کے بدن پر بجنے والا زیور تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ لڑکی میرے گھر میں داخل نہ ہو، کیوں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (ایضاً)

غور کیجئے کہ اسلام نے کس قدر دوراندیشی کا ثبوت دیا ہے اور برائی کے

کس قدر باریک سے باریک سوراخ کو بھی بند کردیا ہے، کیوں کہ ان پر اگر پابندی نہ لگائی گئی، تو برائی کا خاتمہ ایک فرضی وخیالی چیز سے زیادہ نہ ہوگا۔

اسی طرح اسلام نے عورت کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کو فاحشہ قرار دیا ہے، ارشادِ رسول ہے:

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٍ وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا، يَعْنِي زَانِيَةٌ .

(ابوداؤد:۳۶۴۲، وترمذی:۲۸۱۰، ونسائی:۵۰۳۶، احمد:۱۸۷۵۷)

ترجمہ: ہر (بدکار) آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت عطر لگا کر کسی مجلس کے پاس سے گذرتی ہے وہ ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے۔

اور عورت کو غیر مرد سے نرم انداز سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ،فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِي قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا.

ترجمہ: پس تم (عورتیں) نرم انداز سے گفتگو نہ کرو کہ کہیں ایسا آدمی جس کے دل میں مرض ہے طمع نہ کرے۔ [احزاب:۳۲]

ان سب باتوں کا واحد مقصد ومنشاء یہی ہے کہ برائی وفحاشی کے راستے پوری طرح بند ہو جائیں۔

ٹی وی سے موازنہ

اسلام کے اس لطیف وپاکیزہ مزاج کو سامنے رکھ کر اب ٹی وی کے فحش پروگرام پر ایک غائرانہ نظر ڈالئے اور بتایئے کہ کیا اسلامی نقطہ نظر سے اس کو جائز

قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس سلسلہ میں یہ بھی سنتے چلئے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر کیا کچھ نہیں دکھایا جاتا ہے، ایک خبر پڑھتے جائیں:

''لندن ۵/فروری ۱۹۵۷ء۔ گذشتہ شب برطانیہ کے ''ٹیلی ویژن'' دیکھنے والوں کو ایک ایسی فلم دکھائی گئی جس میں ایک بچہ کی پیدائش کا پورا منظر دکھایا گیا، اس ملک کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے جب بچہ کی پیدائش ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی، یہ فلم برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریش [B.B.C] کے ایک مسلسل پروگرام کے سلسلہ میں دکھائی گئی جس میں ڈاکٹروں اور ماؤں نے ''قدرتی پیدائش'' پر مذاکرہ کیا تھا۔

(فریبِ تمدن، تالیف اکرام اللہ، ایم، اے: ص: ۱۳۸)

ایک دوسری خبر پڑھیئے:

''اسٹاک ہام، ۱۷/دسمبر ۱۹۶۵ء۔ کل شب ''ٹیلی ویژن'' کے پردے پر ایک امریکی جوڑے کو برہنہ رقص کرتے دکھایا گیا۔ اس نمائش کے خلاف ٹیلی فون کے ذریعہ سخت احتجاج کیا جارہا ہے، لیکن ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ ننگے ناچ کی یہ نمائش اعلی سطح پر صلاح ومشورہ کے بعد کی گئی ہے۔ اس پروگرام میں چار ایکٹروں اور تین ایکٹرسوں کو دکھایا گیا جنہوں نے تماشائیوں کے سامنے بڑی نفاست سے اپنے لباس کا ایک ایک تار جسم سے اُتار کر ڈھیر لگادیا۔

(فریبِ تمدن، تالیف اکرام اللہ، ایم، اے: ص: ۱۳۸)

کیا اس کا اسلام سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟ اور کیا اسلام میں جس کا لطیف مزاج ہم نے اوپر دیکھا ہے، اس کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش ہوسکتی ہے؟ یہاں یہ سوال قطعاً غیر ضروری ہے کہ ''ٹی وی'' پر نشر ہونے والی صورتیں عکس کے حکم میں ہیں یا تصویر کے؟ کیوں کہ بہر صورت یہ پروگرام اسلام کے مزاج سے غیر آہنگ ومتصادم ہے اور اس کی تعلیمات کے یکسر منافی اور خلاف ہے، خواہ ان صورتوں کو عکس قرار دیا جائے یا تصویر، جو اس پر نشر ہوتی ہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان فحش وعریاں صورتوں کو دیکھ کر اور ان کی دلفریب (اور صاحب عقلِ سلیم کے نزدیک دلخراش) اداؤں کو ملاحظہ کر کے، دیکھنے والوں کے جذبات بھڑکیں گے اور برائی وفحش کاری کی طرف میلان ورجحان پیدا ہوگا اور جن برائیوں کا راستہ اسلام پوری طرح بند کرنا چاہتا ہے، صرف یہی نہیں کہ کھل جائے گا بلکہ وسیع سے وسیع تر ہو جائے گا۔

خاص طور پر عورت کو اپنی تمام تر خوبرویئوں اور رعنائیوں اور دلفریبیوں اور اداکاریوں کے ساتھ پردے (Screen) پر پیش کرنا..........غور کرنے کی بات ہے.......کہاں تک اسلامی مزاج سے میل کھاتا ہے؟ کیا ان باتوں سے وہ فتنے ابھرتے نظر نہیں آتے، جن کی بندش کے لئے اسلام نے فحش و بے حیائی کے مقدمات ودواعی کو بھی حرام کر دیا ہے؟

غرض یہ کہ وہ پروگرام جس میں فحش و بے حیائی کے مناظر ہوں وہ کسی طور پر بھی جائز قرار نہیں پاسکتا، بلکہ یہ قطعی طور پر حرام وناجائز ہے۔

ٹی وی اور موسیقی

ٹی وی کے پروگراموں میں ایک اہم عنصر موسیقی بھی ہوتا ہے اور اس کے بغیر اس کے مت والوں کو نیند بھی نہیں آتی، اور یہ بات ہر چھوٹے بڑے کو معلوم ہے کہ اسلام میں موسیقی حرام اور سخت معیوب چیز ہے اور اس پر سخت سے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

ہم یہاں اس سلسلہ میں برائے عبرت چند احادیث نقل کرتے ہیں:

عن ابی امامةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ان الله عز وجل بعثنى هدًى ورحمة للمؤمنين وأمرنى ربى عز وجل بمحق المزامير والأوتار والصليب وأمر الجاهلية.

(مسند احمد: ۲۱۲۷۵)

ترجمہ- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز وجل نے مجھے ایمان والوں کے لئے ہدایت ورحمت بنا کر بھیجا ہے اور باجے، شرکیہ تعویذ گنڈے، صلیب اور زمانۂ جاہلیت کے کاموں کو مٹانے کا حکم کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اس لئے بھی مبعوث فرمایا کہ آلات لہو ولعب اور گانے بجانے کی چیزوں کو مٹا دیں، جس سے ان چیزوں کا ناجائز وحرام ہونا واضح ہوتا ہے۔ پھر اس حدیث میں آلات لہو ولعب کو شرکیہ تعویذات اور جاہلی امور کے ساتھ بیان کرنے سے اس کی مزید شناعت و قباحت پر روشنی پڑتی ہے۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ الْاَ شْعَرِیُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَامِرٍ اَوْ اَبُوْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیّ ،وَاللّٰهِ مَاکَذَبَنِیْ: سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ تَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ یَأْتِیْهِمْ یَعْنِیْ الْفَقِیْرَ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْ نَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهَ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ .

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہم) نے بیان کیا، بخدا انہوں نے غلط بیانی نہیں کی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو (خوشنما تعبیروں سے) حلال کرلیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے قریب اقامت کریں گے، وہاں ان کے مویشی چر کر آیا کریں گے، ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی ضرورت لے کر آئے گا، وہ (ازراہِ حقارت) کہیں گے، کل آنا، پس اللہ تعالیٰ ان پر راتوں رات عذاب نازل کرے گا اور پہاڑ کو ان پر گرادے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو حرام چیزوں میں خوشنما تاویلیں کریں گے) قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (معاذ اللہ)

اس کو امام بخاری نے صحیح میں کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر میں، ابو داؤد نے سنن: (۳۵۲۱)، ابن حبان نے صحیح: (۱۶۰/۱۵) بیہقی نے سنن کبری: (۲۷۲/۳)، طبرانی نے مسند

الشامیین :(۱/۳۳۴)اور معجم کبیر : (۳/۲۸۲) میں اور ابو القاسم تمّام نے مسند المقلّین :(۱/۳۴) میں اور محاملی نے امالی:(۱/۱۰۱) میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف :(۵/۶۸) میں روایت کیا ہے۔

اور حدیث کا صحیح ہونا امام بخاری کی تخریج سے ظاہر ہے، مگر ابن حزم نے بخاری کی سند کو منقطع قرار دیا ہے،(المحلّیٰ :۷/۵۶۵) لیکن یہ دراصل ابن حزم کی غلط فہمی ہے، اسی لئے ابن حجر نے ان کی تردید کی ہے اور اس سند کا متصل ہونا ثابت کیا ہے۔

(دیکھو، فتح الباری:۱۰/۵۲)

اس حدیث میں امت کے ان افراد کا ذکر ہے جو حرام چیزوں کو حلال سمجھ کر یا حلال کی طرح استعمال کریں گے اور آخر کار خدا کی پھٹکار و عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ان کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیا جائے گا۔(**اللهم احفظنا من عذابک و غضبک**)

چناں چہ فرمایا کہ ’’میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا، ریشم شراب اور آلات موسیقی (گانے بجانے کے آلات) کو حلال کر لیں گے، بعض روایات میں ہے کہ ان چیزوں کا نام بدل کر حلال کر لیں گے جیسا کہ اس سے ماقبل کی حدیث میں گذرا، اور ابن حبان اور محاملی وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کے اندر اس طرح فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ ان چیزوں کو دوسرا نام دے کر حلال کر لیں گے۔

حلال کر لینے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان حرام چیزوں کو عقیدہ میں حلال سمجھ لیا جائے اور یہ کفر ہے اور دوسرا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ حرام کو حلال تو نہیں

سمجھیں گے لیکن جس طرح حلال چیزوں کو بلا کھٹک استعمال کیا جاتا ہے، حرام کو بھی اسی طرح بلا کھٹک اور بلا جھجک استعمال کرلیں گے۔ پہلا معنی حقیقی ہے اور دوسرا معنی مجازی، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ مناویؒ نے ابن العربی کے حوالہ سے یہ دونوں معنی بیان کئے ہیں۔

(فتح الباری: ۱۰/۵۵ فیض القدیر: ۴/۱۲۸)

غرض یہ کہ حلال سمجھ کر یا حلال چیزوں کی طرح حرام کا استعمال کریں گے آج امت میں ایسی بہت سی باتیں پیدا ہوگئی ہیں سود، رشوت، گانا بجانا، وغیرہ کہ بعض لوگ تو اس پر علماء سے بحث بھی کرتے ہیں کہ یہ حرام کیوں ہیں؟ حلال ہونا چاہئے، بعض اس سے بھی آگے بڑھ کر ان کے حلال ہونے کا فتوٰی ہی صادر کردیتے ہیں اور بعض جو محتاط ہیں وہ حلال تو نہیں کہتے مگر اس طرح ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں گویا کہ وہ حلال ہیں۔ خصوصاً گانے بجانے کا سلسلہ ہر ہر گھر میں موجود ہے اور ان لوگوں کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کو حلال کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ ''ٹی وی'' کا اس میں سب سے اہم رول ہے۔

عَنْ ابی هریرة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: یُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَیَشْهَدُوْنَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: نَعَمْ وَیُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیَحُجُّوْنَ، قَالُوْا: فَمَابَالُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِیْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَیَشْرَبُوْنَ هٰذِهِ الْاَشْرِبَةَ، فَبَاتُوْا عَلٰی لَهْوِهِمْ فَاَصْبَحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ.

تخریج- اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابونعیم نے حلیۃ

الاؤلیاء (۱۱۹/۳) میں اورابن ابی الدنیا نے کتاب الملاھی میں (کمافی نیل الاوطار:۸۶/۲وعون المعبود:۵۹/۱۱)اورسعید بن منصور نے سنن میں (کمافی المحلیٰ لابن حزم الظاہری:۵۶۴/۷)روایت کیا ہے۔

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندراور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے ،صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں ، وہ (برائے نام) نماز ، روزہ اور حج بھی کریں گے،صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! پھران کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی ، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے (بالآخر) وہ رات بھرمصروفِ لہوولعب رہیں گےاور صبح ہوگی توبندراور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہوچکے ہوں گے۔(**معاذ اللہ**)

اس حدیث کی شرح میں بندہ نے اپنی کتاب ’’حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے‘‘میں جولکھا ہےاس کو یہاں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر نمازی بھی ہوں گے،روزہ کے پابند بھی ہوں گےاورحج پرحج بھی کریں گے،مگراسی کےساتھ گانے بجانے ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دلدادہ اورشراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کردیں گے، یہ لوگ رات بھرمصروفِ لہو ولعب رہ کرسوئیں گےاور جو صبح اٹھیں گےتو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

اسلام میں گانا بجانا رقص وناچ حرام ہے اورشراب کا حرام ہونا سب کو

معلوم ہے۔ جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے اور بظاہر نماز روزہ کے پابند اور حج پر حج کر کے نیک نامی حاصل ہونے کے باوجود وہ ان برائیوں میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر کی شکل میں تبدیل کردیں گے۔ افسوس کہ آج بہت سے دیندار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی وی رکھ کر اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ ورقص دیکھنے کیلئے کرتے ہے اور تقریبوں میں بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہو چکی ہیں۔ اس طرح بہت سے نوجوانوں اور بوڑھوں میں شراب اور نشہ کی علت پڑی ہوئی ہے اور بالخصوص کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ہزاروں سے متجاوز نوجوان اس کے عادی ہو چکے ہیں جب کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے ان امور پر اتنی سخت وعید سنائی ہے۔

(حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے: ص:۱۵۹ -۱۶۰)

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : فی هذه الأمة خسف و مسخ و قذف ،فقال رجل من المسلمین :یا رسول الله! و متیٰ ذلک ؟ قال : اذا ظهرت القیان والمعازف و شربت الخمور.

(رواہ الترمذی:۲۱۳۸)

ترجمہ- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں بھی یہ آفتیں آئیں گی: زمین میں دھنسنا، شکلوں کا مسخ ہو جانا اور پتھروں کی بارش ایک صحابی نے عرض کیا کہ یہ کب

ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا دور دورہ ہوگا اور برسرِ عام شرابیں پی جائیں گی۔

یہ احادیث راگ باجے کی حرمت پر صریح طور پر دلالت کرتی ہیں اور اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہ ہونا چاہئے۔اب اس پر غور فرمایئے کہ کیا ''ٹی وی'' میں یہ موسیقی اور راگ باجا نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے تو اس کے جائز ہونے کا کیا سوال؟ اور اس کی حرمت میں کیا شبہ؟ مگر افسوس کہ اس صاف بات کو بھی نظر انداز کرنے والے موجود ہیں اور اس ناجائز کام کو جائز قرار دینے کے لئے بے جا تاویلات اور سطحی قسم کے دلائل سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ٹی وی پر جرائم

جرائم اور جرائم پیشہ لوگوں کی فنکاریوں اور مکاریوں پر مشتمل پروگرام جو ٹی وی کے پروگراموں کا ایک اہم جزء ہے، مقصد کے لحاظ سے سو فی صد صحیح ہونے کے باوجود نتائج کے لحاظ سے سراسر غلط اور خطرناک ہے اور سوسائٹی کے بگاڑ وفساد کا بہت بڑا سبب ہے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ جرائم کا پروگرام اسلئے دکھایا جاتا ہے کہ عام لوگ، مکار وفریب کار لوگوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں اور خود اس طرح کے دھندوں میں نہ پھنسیں، مگر بنظرِ غائر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسکے نتائج نہایت تلخ اور بھیانک ظاہر ہورہے ہیں، کیوں کہ اس طرح کی چیزوں کو دیکھتے دیکھتے اول تو ان برائیوں کی برائی دل سے ختم ہوجاتی ہے، پھر بعض افراد اسی سے ان جرائم کو سیکھ کر ان کے عادی وماہر ہوجاتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ان پروگراموں میں صرف یہ نہیں بتایا جاتا کہ ایک شخص نے یہ جرم کیا اور اس پر یہ سزا جاری ہوئی کہ سننے والا یا دیکھنے والا عبرت حاصل کرتا بلکہ اس میں پوری تفصیل و وضاحت سے چوری کرنے والوں کی فریب دہیوں، مکاریوں اور دغا بازیوں کو دکھایا جاتا ہے، شہوت کے بھوکے کتوں کا اپنی ہوس وشہوت پوری کرنے کے لئے مارا مارا پھرنا اور شکار تلاش کرنا اور ان کی درندگی کی پوری داستان بتائی جاتی ہے، اسمگلنگ کرنے والوں کی فریب کاریاں اور ان کے ہتھکنڈے بتائے جاتے ہیں، ان کو دیکھنے والا عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے بجائے ان سے محظوظ ہوتا ہے اور بار بار دیکھنے سے جرائم کا عادی و ماہر بھی بنتا جاتا ہے، جس طرح کہ جرائم کی تفصیلات پر مشتمل ناول پڑھنے والے، پڑھتے پڑھتے خود ان کے عادی و ماہر بن جاتے ہیں، بلکہ غور کیجئے تو ''ٹی وی'' کا معاملہ ناول سے بہت بڑھا ہوا ہے کیوں کہ اس میں پوری طرح واقعات کو متحرک تصاویر (Photographs Moving-) کے ذریعہ بتانے کے ساتھ ساتھ ان کو رنگ وروغن کے ذریعہ حسین وخوبصورت بھی بنا کر دکھایا جاتا ہے، جس سے دیکھنے والے کا متاثر ہونا یقینی ہے۔

لندن کے ایک مشہور انگریز مصنف Guy Lyon Playfair نے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام رکھا ہے [THE EVIL EYE] یعنی (گناہ گار آنکھ) اور اس ایک سو اٹھاسی صفحات (۱۸۸) کی کتاب میں ٹیلی ویزن پر مختلف حیثیتوں سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے نقصانات وخطرات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ کتاب آج سے کئی سال پیشتر منظرِ عام پر آئی تھی، اس مغربی مفکر نے جب اسی وقت اس کے اس قدر خطرات ونقصانات بیان کئے ہیں تو آج جب

کہ ''ٹی وی'' کا معاملہ اس سے کئی گنا آگے بڑھ گیا ہے---- اس کے خطرات ونقصانات بھی اس وقت سے کئی گنا زیادہ ہو چکے ہوں گے۔

اس کتاب میں ''ٹی وی'' کے سیریل دیکھ کر لوگوں میں پیدا ہونے والے جرائم وفسادات پر بھی اچھی خاصی تفصیلات جمع کر دی ہیں۔

چناں چہ اس کتاب میں اس کے مصنف نے نقل کیا ہے کہ ایک مغربی مفکر ڈاکٹر[Joost Meerloo] جو نیو یارک کی ''سائیکالوجی اسکول'' میں مددگار پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتا ہے، اس نے کہا ہے کہ:

> یہ ٹی وی بچوں میں مجرمانہ و باغیانہ خیالات و جذبات پیدا کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں غیر شعوری طور پر بچے جرائم کے عادی بن جا تے ہیں۔

[The Evil Eye,P:40]

اوراس کتاب کے مصنفGuy Lyon Playfairنے لکھا ہے کہ:

> '' ٹیلی ویژن اور تشدد و جرائم کے درمیان رابطہ وتعلق چار مختلف طریقوں سے معلوم کیا گیا ہے۔
>
> **ایک**: انفرادی واقعات سے۔
>
> **دوسرے**: اجتماعی حالات سے۔
>
> **تیسرے**: [Experimental]یعنی تجرباتی طور پر اور
>
> **چوتھے**: [Laboratory] یعنی کیمیائی طور پر (اسکے بعد بڑی تفصیل سے ان تمام طریقوں پر بحث کی ہے)۔

[The Evil Eye,P:111]

یہی مصنف ''ٹی وی'' کے اس قسم کے پرا گراموں کے بارے میں ''لندن اسکول آف ایکنا مکس'' کے ڈاکٹر [Hilde Himmelweit] اوران کے دو شریکِ کار کی جانب سے ۱۹۵۴ء میں کئے گئے سروے کے حوالے سے ان کا احساس اس طرح نقل کرتا ہے کہ:

''ہم نے تھوڑے شواہد اس بات کے پائے کہ یہ پروگرام اس اعتبار سے مرغوب ہیں کہ یہ [Tension] تناؤ اور انتشار کے ختم ہونے کا ذریعہ ہیں، مگر اس بات کے بہت شواہد ملے کہ یہ پروگرام بچوں کے اندر سے اس بات کا شعور ختم کر دیتے ہیں کہ جرائم وتشدد انسان کی واقعی زندگی میں خطرناک نتائج پیدا کر دیتے ہیں اور ان کو یہ سکھاتے ہیں کہ مظالم و زیادتیوں کو، وہ لڑائی جھگڑے کے حل کی حیثیت سے، ایک معمولی چیز کی طرح قبول کرلیں۔

[The Evil Eye,P:114]

۞ جرائم کے چند واقعات

اس سلسلہ میں چند واقعات بھی ملاحظہ کیجئے جو اسی مصنف نے لکھے ہیں:

ایک سترہ سالہ لڑکے نے ایک فرضی کہانی پر مشتمل فلم دیکھی، جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ایک شخص کو اس کے لڑکے نے قتل کر ڈالا، پھر اس لڑکے نے اپنے باپ کو چھری سے قتل کرنے کی کوشش کی، جب اس بارے میں اس سے پوچھ تاچھ کی گئی تو کہنے لگا کہ ''میں جب ٹی وی دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں خود بھی کسی کو قتل کر رہا ہوں۔

دو آدمیوں نے ٹی وی پر ایک سیریل دیکھا جس میں یہ دکھایا گیا کہ یہ دونوں کسی گھر میں اچانک کس طرح گھسا جاتا ہے؟ ان میں سے ایک فوراً باہر نکلا اور وہی کام کر بیٹھا اور فوراً پکڑلیا گیا، جب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ہم نے ٹی وی پر یہ دیکھا تھا اور فیصلہ کیا کہ ہم بھی ایسا ہی کریں گے کہ یہ تو بہت آسان ہے۔

ویٹنام جنگ کے ایک آزمودہ کار جس نے کہا تھا کہ وہ ''ٹی وی'' بہت دیکھتا ہے، ایک مرتبہ اس نے [S.W.A.T.] نامی ایک پروگرام میں ایک کہانی دیکھی کہ ایک جیب کترا، راستہ سے گذرنے والوں کو آگ دکھاتا ہے اور آخر کار پولس کے ایک نشانہ باز کی طرف سے ماردیا جاتا ہے، اس نے یہ دیکھا اور باہر نکل کر اسی طرح کیا اور بالآخر مارا گیا۔

[The Evil Eye,P:111-112]

یہ تو اس پروگرام کا وہ پہلو ہے جس کی برائی وقباحت ہر انصاف پسند صاحبِ عقل وشعور، تسلیم کرتا ہے اور اس کو بلا تکلف ناجائز قرار دیتا ہے۔

۞ شرعی قباحت

اس کے علاوہ اس میں بہت سی شرعی قباحتیں بھی ہیں، جن کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

۱- اس پروگرام کے ذریعہ گناہوں کی اشاعت وتشہیر ہوتی ہے اور یہ ناجائز ہے اور اسی وجہ سے گناہ کرنے کے بعد گناہ کا تذکرہ دوسروں سے کرنا منع ہے، نیز اس سے دوسروں کو گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ علامہ غزالیؒ نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(دیکھو احیاء العلوم ۴؍۳۴۳)

۲-اس کو دیکھتے دیکھتے لوگوں کے دلوں سے حرام و گناہ کے کاموں کی برائی نکل جاتی ہے اور اسلام کی نظر میں یہ خطرناک بات ہے، بلکہ برائی کو برا نہ سمجھنے پر ایمان سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو گناہوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔

(مسلم:۵۲/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا آخری درجہ دل سے برائی کو برا جاننا ہے اور اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ باقی نہیں ہے بلکہ کفر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔

۳-اس پروگرام میں جو لوگ چوروں اور دوسرے مجرموں کا پارٹ ادا کرتے ہیں وہ دراصل ان مجرموں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، کوئی چور بنتا ہے، کوئی ڈاکو بنتا ہے، کوئی زانی بنتا ہے، کوئی شرابی بنتا ہے اور اسلام میں یہ خود بھی ایک حرام و ناجائز بات ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

(بحوالہ مشکوۃ :ص ۳۷۵)

ترجمہ-جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ انہیں میں سے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلط کار لوگوں، فاسقوں فاجروں سے مشابہت اختیار کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قیامت میں وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا اور یاد رہے کہ

تشبہ ومشابہت صرف صورت میں نہیں ہوتی بلکہ افعال واخلاق، حرکات وسکنات میں بھی ہوتی ہے اور وہ بھی منع ہے، چناں چہ حدیث میں ہے کہ: قرآن کو عرب کے لہجے میں اور آواز میں پڑھو اور اہلِ عشق اور یہود ونصاریٰ کے لہجہ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

(مشکوٰۃ ص:۱۹۱ وجمع الفوائد ج:۲ ص:۱۲۳)

اس حدیث میں قرآن کو اہلِ عشق و یہود ونصاری کے لہجہ میں بھی پڑھنے سے منع فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ فساق وفجار کا لب ولہجہ بھی اختیار کرنا غلط وناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس پروگرام میں غلط کار لوگوں کا پارٹ ادا کرتے ہیں، وہ سخت گناہ کے مرتکب ہیں، کیوں کہ وہ فساق وفجار کا لب ولہجہ اور طور وطریقہ، لباس وپوشاک، طرز وانداز سب کچھ اختیار کرتے ہیں، پھر ان حرکات کو دیکھنے والے ان کے ساتھ شریکِ گناہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ پروگرام متعدد وجوہ کی بنا پر شرعاً ناجائز وحرام ہے اور عقلی اعتبار سے بھی خطرناک ہے۔

❁ مزاحیہ پروگرام کا حکم

ٹی وی اسکرین پر بعض پروگرام محض من گھڑت قصوں، بے سروپا حکایتوں، اور جھوٹی کہانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جو محض اس لئے دکھائے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حظ ولذت محسوس کریں اور ہنسی اور قہقہوں سے مجلس گرم کی جائے۔ اس کے تحت وہ پروگرام بھی آجاتا ہے جو ہنسانے کے لئے بے ڈھنگی اور واہیانہ حرکتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس پروگرام کا تجزیہ کیا جائے تو اسکے تین اجزاء وعناصر نکلتے ہیں:

۱-جھوٹ۔ ۲-ہنسی اور ٹھٹا۔ ۳-غفلت جو اس پروگرام کا نتیجہ ہے۔

❁ جھوٹ کی بدترین قسم

ان میں سے جھوٹ کا ناجائز ہونا کون نہیں جانتا، مگر شاید کم لوگوں کو علم ہوگا کہ لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنا سخت حرام ہے اور جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔

امام ابو داوٗدؒ نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاکت ہے ہلاکت ہے ہلاکت ہے، اس کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے بیان کرے اور جھوٹ بولے۔

(ابوداوٗد ج:۲ص:۶۸۱)

شارحِ ابوداوٗد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ

> ''یہ (لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا) جھوٹ کی تمام قسموں میں سب سے زیادہ سخت حرام ہے''۔

(بذل المجہود شرح ابوداوٗد:۲۷۶/۶)

غور کیجئے کہ وہ پروگرام کس طرح جائز ہوسکتا ہے جس کا مقصد لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ پر مشتمل قصوں کو پیش کرنا ہو؟

❁ ہنسی اور ٹھٹے کی ممانعت

اب اس پروگرام کے دوسرے جزء کو لیجئے، ہنسی اور ٹھٹے کے متعلق عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جائز ہے، مگر اس کے حدود وشرائط کی طرف سے یکسر غافل ہیں، اس لئے معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام نے ہنسی ومزاح کے کچھ حدود وشرائط مقرر کئے ہیں، ان سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً:

۱- مزاح میں بھی جھوٹ سے پرہیز کیا جائے، اس سلسلہ میں وہ حدیث ذہن میں محفوظ رکھی جائے جس میں ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنے کو ہلاکت قرار دیا ہے۔ یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور آپ کی ہنسی میں جھوٹ قطعی طور پر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مزاح فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، مگر میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

(جمع الفوائد:۲/:۱۶۳)

۲- مزاح و ہنسی میں زیادتی اور مبالغہ نہ کیا جائے بلکہ ضرورت پر خفیف اور معمولی مزاح و ہنسی سے کام لیا جائے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک دفعہ زور سے ہنسی کرتے دیکھا، تو فرمایا کہ تم لوگ اگر " **هاذم اللذات** " (لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز) یعنی موت کو یاد کرو، تو تمہاری یہ حالت نہ رہے گی۔

(ترمذی، مشکوٰۃ:۴۵۷)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی ومزاح کی زیادتی پسند نہیں آئی اور آپ نے اس پر انکار فرمایا نیز آپ نے اس کا موت کی یاد کے ذریعہ علاج بھی تجویز فرما دیا۔

۳- اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ مزاح سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ یہی مقصد ہے اس حدیث کا ہے جس میں آیا ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے مزاح نہ کرو۔

(مشکوٰۃ:۴۱۷، الادب المفرد:۸۲)

۴- ایک شرط یہ بھی ہے کہ مزاح کو ایک صنعت وفن اور پیشہ نہ بنایا جائے، جیسے آج کل لوگ کررہے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''وہ (ہنسی ومزاح) منع ہے جس میں زیادتی ہو یا وہ جو بار باراور ہمیشہ کیا جائے، کیوں کہ اس سے اللہ کے ذکر سے اعراض اور دین کے اہم امور میں غور وفکر سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا نتیجہ اکثر وبیشتر دل کی سختی، دوسروں کو ایذاء، کینہ وحسد، رعب ووقار کا ختم ہوجانا وغیرہ ہوتا ہے۔

(فتح الباری:۱۰/۵۲۶-۵۲۷)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ انسان مزاح وہنسی کو پیشہ بنالے اور اس کو ہمیشہ کرتا رہے اور اس میں زیادتی کرے، پھر اس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمل سے دلیل پکڑے۔

(احیاءعلوم الدین:۳/۱۲۹)

خلاصہ یہ ہے کہ مزاح وہنسی کو ایک صنعت وفن اور پیشہ بنالینا اور بار بار اس کو اختیار کرنا، اس میں مبالغہ کرنا اور جھوٹ کو اس میں شامل کرنا جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ ان اصول شرعیہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو یہ زیرِ بحث پروگرام بھی حرام وناجائز ہی قرار پاتا ہے کیوں کہ اس میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو ممنوع وناجائز ہیں۔

❁ اسبابِ غفلت کی حرمت

اب اس پروگرام کے تیسرے جزء کی طرف آیئے جو کہ اس پروگرام کا نتیجہ ہے یعنی غفلت، یہ اس پروگرام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ غفلت والی

وجہ ''ٹی وی'' کے ہر پروگرام میں موجود ہے، حتیٰ کہ ماہرین نے ''ٹی وی'' کو ایک نشہ آور شئ سے تعبیر کیا ہے۔

اور ڈاکٹر [GUY LYON PLAY FAIR] نے نقل کیا ہے کہ:

''یہ نشہ ایسا خطرناک ہے کہ ایک شرابی آدمی ہوسکتا ہے کہ شراب مسلسل دو ہفتوں تک پیئے اور ایک تمباکو کا عادی ہوسکتا ہے کہ ایک ماہ مسلسل استعمال کرلے اور ہیروئن وغیرہ نشہ آور چیزوں کا عادی ممکن ہے کہ ایک دن کھا سکے، مگر ''ٹی وی'' کا خوگر پورا سال روزانہ چوبیس گھنٹے دیکھتا رہتا ہے۔

نیز لکھتا ہے کہ:

''شراب پر خرچ تو ٹیکس اور لائسنس کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے، اور ''تمباکو'' خرچ کرنے والے پر بھی کافی ٹیکس لگایا جاتا ہے اور جو کیمیکل عادت کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں ان پر اس طرح کنٹرول کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کی سند وتصدیق کو ضروری قرار دیا جاتا ہے یا ایسی چیزوں پر پابندی لگادی جاتی ہے، صرف ٹی وی کے عادی لوگ ایسے ہیں جن کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔

[دیکھو: The EVIL EYE,P;46]

الغرض یہ غفلت اسلام کی نظر میں سخت معیوب چیز ہے، اسی لئے اسلام نے غفلت کے اسباب کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، یہاں چند چیزوں کو پیش کرتا ہوں۔

قرآن کریم نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ.

[لقمان: ۴]

ترجمہ- بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں بغیر علم کے اور اس کو ہنسی وٹھٹا بنائیں، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

اس آیت میں "لهو الحديث" (کھیل کی باتیں) خریدنے والوں پر سخت عذاب کی دھمکی ہے "لهو الحديث" سے کیا مراد ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، مگر راجح اور جمہور کا مختار قول یہ ہے کہ:

" كل ما شغلک عن عبادة الله وذكره من السمر والاضاحيک والخرافات والغناء ونحوها.

(روح المعانی:۲۱/ ۶۷، نیز دیکھو تفسیر ثعالبی:۳:۲۰۷)

ترجمہ- یعنی ہر وہ چیز لہو الحدیث ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کردے، جیسے راتوں میں غپ شپ کرنا ہنسی وٹھٹا اور بے تکی باتیں اور گانا وغیرہ۔

یہ تفسیر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن عباسؓ سے بھی اس جیسی بات نقل کی گئی ہے جس کو الادب المفرد میں امام بخاریؒ نے اور ابن ابی الدنیاؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہؒ، اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔

(روح المعانی:۲۱/ ۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ دنیا کے کھیلوں میں سے ہر کھیل باطل ہے، سوائے تین کھیلوں کے، ایک تیر اندازی، دوسرے گھوڑے کی تادیب (یعنی سواری)، تیسرے اپنی بیوی سے کھیلنا، کیوں کہ یہ چیزیں حق میں سے ہیں۔

(حاکم: بحوالہ احکام القرآن، محمد شفیع صاحبؒ: ۱۸۸/۳)

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ غفلت میں ڈالنے والے کھیل اور ہنسی ومزاح جائز نہیں ہیں بلکہ ممنوع وحرام ہیں، کیوں کہ ان سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اللہ کی عبادت وذکر میں ان سے خلل پڑتا ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ ٹیلی ویژن کا یہ مزاحیہ پروگرام جو غفلت کا سبب ہے کیسے جائز ہوسکتا ہے، اور علی الاطلاق اس کو کس طرح حدودِ جواز میں داخل کیا جاسکتا ہے؟

ایک علمی افادہ

اس موقع پر مذکورہ بالا آیت " لهو الحديث" سے متعلق ایک بحث پیدا ہوتی ہے، جو اہلِ علم کے افادہ کے لئے پیش ہے، وہ یہ کہ آیت میں "لهو الحديث" پر جو عذاب کی شدید دھمکی آئی ہے، وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو " لهو الحديث" کو اس لئے خریدتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کریں اور اللہ کی آیات کو مذاق اور ٹھٹا بنائیں، مگر مسلمان "ٹی وی" وغیرہ لہو چیزوں کو اس مقصد کے لئے نہیں خریدتے، تو ان پر یہ آیت کیسے منطبق ہوسکتی ہے؟ اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱- ایک یہ کہ اس سے اللہ کی عبادت وذکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے جو کہ

لهو الحديث کا نتیجہ ہے،اس لئے یہ آیت مسلمانوں کے عمل پر بھی منطبق ہوتی ہے،البتہ قرآن میں ذکر کردہ گندے مقاصد نہ ہونے کی وجہ سے عذاب میں بھی کمی ہوگی۔علامہ ثعالبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والآية باقية المعنى فى الامة غابر الدهر لكن ليس ليضلوا عن سبيل الله ولا ليتخذوا آيات الله هزواً ولاعليهم هذا الوعيد بل ليعطلوا عبادة ويقطعوا زمناً بمكروه.

(تفسير ثعالبیؒ : ۳؍۳۰)

ترجمه- یہ آیت امت میں اپنے معنی کے لحاظ سے باقی ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ (مسلمان) لوگ (لہوالحدیث سے) اللہ کے راستہ سے گمراہ کرتے ہیں اور نہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات کو ٹھٹا بناتے ہیں اور نہ ان پر وعید ہے بلکہ اس لئے کہ وہ (اس لہوالحدیث کی وجہ سے) عبادت کو معطل کرتے ہیں اور ایک زمانہ ناپسند کام میں گذارتے ہیں۔

غرض یہ کہ ''ٹی وی'' کے یہ پروگرام اللہ سے غفلت،اس کی عبادت سے لا پروائی،اور وقت کی بربادی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس آیت کا مصداق ہیں۔

۲-دوسرا جواب یہ ہے کہ '' **ليضل** ''میں'' **لام** ''تعلیل کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ''لامِ عاقبت'' ہے جو کسی چیز کا انجام بتانے کے لئے آتا ہے،لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ:بعض لوگ لہوالحدیث خریدتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں) اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اللہ کی آیات کو مذاق بناتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ آیت زیر بحث لوگوں پر منطبق

ہوتی ہے کیوں کہ اس سے نتیجۃً گمراہی اور دین سے مذاق کی نوبت آ ہی جاتی ہے اور اس آیت میں ''**لام**''کولامِ عاقبت قرار دینا بعض علماء سے منقول ہے۔

(دیکھو: روح المعانی:۷۹/۲۹)

۳-تیسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ " **یتخذوھا**" میں " **ھا** "ضمیر کوآیات اللہ سے کنایہ قرار دیا جائے، یا "**سبیل اللہ**" کی طرف اس کو راجع کیا جائے، جیسا کہ اکثر مفسرین نے کیا ہے لیکن اگر " **ھا**" ضمیر سے حدیثِ لہو مراد لیا جائے جسکا ذکر آیت میں ہے اور حدیث سے اس کی جمع احادیث مراد لی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ:

> ''بعض لوگ لہو الحدیث اس لئے خریدتے ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کریں اور اس لئے کہ ان (کھیل کی باتوں) کو مذاق وٹھٹا بنائیں''۔ تو سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (**کما ھو ظاھر جدا لمن تدبر وتفکر**) چناں چہ مذکورہ تاویل بعض اہلِ علم حضرات سے منقول ہے۔

(دیکھو روح المعانی:۷۹/۲۹)

اور اگر چہ اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے مگر معنی کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہ مزاحیہ پروگرام اپنے مشتملات کے لحاظ سے بھی اور نتائج وعواقب کے لحاظ سے بھی شریعت کی نظر میں غلط اور ناجائز ہے۔

۞ مفید ومعلوماتی پروگرام

ٹی وی پر دیکھے جانے والے پروگراموں میں بعض وہ ہیں جو صحیح واقعات،

تاریخی حقائق، سائنسی تجربات، مفید خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ صحیح تاریخی واقعات، سائنسی تجربات، جدید معلومات اور اخبار و حوادثات کا جاننا جائز بلکہ صحیح مقاصد کے لئے ہو تو درجۂ عبادت بھی پا سکتا ہے، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ آج کی ترقی پذیر تہذیب و تمدن میں اس کا اہم ترین مقام بھی ہے۔

مگر ایک مسلمان کو سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہئے کہ کہیں ان چیزوں کے پیچھے، خدا کو ناراض کرنے والی کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو، جس کی بنا پر ہم خدا کی بارگاہ میں قابلِ عتاب قرار دیئے جائیں۔

میں نے اس قسم کے پروگرام پر بہت غور و خوض کیا اور پوری روشن خیالی اور وسعتِ ذہنی کے ساتھ اس پر اپنی پوری توجہ صرف کی اور اس کے نتیجہ میں جو بات حاصل ہوئی، شرعی دلائل کی روشنی میں اس کو یہاں پیش کرتا ہوں۔

❁ مفید ہونا دلیلِ جواز نہیں

اس قسم کے مفید و نافع پروگراموں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جائز ہیں اور وجہِ جواز صرف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان سے فلاں قسم کا فائدہ اور اتنا اور ایسا نفع ہوتا ہے۔ اس میں تو واقعی کسی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کے پروگراموں سے فائدہ و نفع ہوتا ہے، مگر کیا اتنی سی بات کہ یہ مفید و نافع ہے، کسی چیز کے جائز ہونے کے لئے کافی ہے؟ ہرگز نہیں، کیوں کہ قرآنِ عزیز شراب اور جوئے میں نفع و فائدہ کا ہونا تسلیم کرتا ہے مگر اس کے باوجود اس کو ناجائز اور گناہ کا کام قرار دیتا ہے، چناں چہ کہتا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ.

ترجمہ-لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔

[البقرہ:۲۱۹]

غور کیجئے کہ قرآن شراب وجوئے میں منافع کا ہونا خود تسلیم کر رہا ہے مگر ساتھ ساتھ ان کو گناہ بھی قرار دے رہا ہے۔معلوم ہوا کہ محض کسی چیز کا مفید و نافع ہونا، حلال و جائز ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہر قسم کے مضر پہلوؤں اور فاسد عنصروں سے پاک ہونا بھی ضروری ہے، جب تک ایک چیز تمام مفاسد ومضرات سے پاک نہ ہوگی، وہ جائز نہیں ہوسکتی، اگر چہ اس میں بہت سے نفع بخش پہلو موجود ہوں۔

علامہ ابو بکر جصاص رازیؒ فقہاءِ حنفیہ میں سے ایک مشہور فقیہ گزرے ہیں، انہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ولیس من الضرورات ان یکون کل غرض و نفع یکسبه الانسان جائزا و مباحا ، کیف؟ والشیء اذا غلب شره علی خیره و ضرره علی نفعه عد من المضرات عند العقلاء قطعًا ، والا فلا شیء من السموم والمهلکات لایکون فیه نفع و فائدة.

(احکام القرآن : ۳/ ۲۰۰)

ترجمہ-اور کوئی ضروری نہیں کہ ہر غرض و نفع جو انسان حاصل کرتا ہے، وہ جائز ومباح ہو جائے ، یہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ جب کہ اگر خیر پر شر کا اور نفع پر نقصان کا غلبہ ہو تو اہل عقل و دانش کے نزدیک یہ مضرات ونقصان دہ چیزوں میں

سے شمار ہوتا ہے، ورنہ تو زہر اور مہلک اشیاء میں سے بھی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کوئی فائدہ ونفع ہی نہ ہو۔

آگے وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے اس سلسلہ میں ایک اصول وضابطہ تحریر فرماتے ہیں:

ان اللهو علی انواع: لهو مجرد ولهو فيه نفع و فائدة ولكن ورد فی الشرع نهی صریح عنه، ولهو فيه فائدة ولم يكن يرد فی الشرع نهی صریح عنه ولكن ثبت بالتجربة انه يكون ضرره اعظم من نفعه ملتحق بالنهی عنه.

(احكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲۰۱)

ترجمہ- لہو ولعب کی چند اقسام ہیں: ایک محض لہو ولعب (جس میں کوئی نفع کا پہلو نہ ہو) دوسرے وہ لہو جس میں نفع تو ہو لیکن شریعت میں اس سے صراحۃً نہی ومنع وارد ہو اور تیسرے وہ جس میں نفع ہو اور شرع میں اس سے صراحت سے منع بھی نہ کیا گیا ہو، لیکن تجربہ سے اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھا ہوا ہو تو یہ بھی منع کیساتھ ملحق ہے۔

۞ مضر پہلو

اس توضیح کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ اب بحث کا مرکزی نقطہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس پروگرام میں افادیت ونافعیت ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں مفاسد ومضرات ہیں یا نہیں؟

اور یہ بات آسانی کے ساتھ معلوم ہوسکتی ہے، کیوں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ٹی وی اسکرین پر پروگرام کے اندر مردوں یا عورتوں کی یا

دونوں کی صورتیں ہوتی ہیں، خواہ ان صورتوں کو عکس کہئے یا تصویر قرار دیجئے، اور یہ صورتیں پورے رنگ وروغن کے ساتھ اور سج دھج اور زیب وزینت کے تمام لوازمات سے آراستہ پیراستہ ہوتی ہیں اور اپنی ادا کاریوں سے توجہ کا مرکز ہوتی ہیں اور خواہشات میں تحریک پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔

اب اس پر غور کیجئے کہ کیا یہ صورتیں فتنہ وفساد کا سبب نہیں ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ شہوانی جذبات کو اپیل کرنے والی اور ان میں تحریک کرنے والی صورتیں، اسلامی نقطۂ خیال کے مطابق سراسر فتنہ وفساد کا سبب ہیں کیوں کہ ان سے خفتہ جذبات بیدار ہوتے ہیں، ذہنوں میں برائی کے نقوش مرتسم ہوتے ہیں، اوراذہان برائی وفحش کاری کی طرف میلان کرنے لگتے ہیں، یہی وہ فتنہ ہے جس کی روک تھام کے لئے نظروں کو نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، عورت کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا ہے اور عورت کو پیر مارتے ہوئے چلنے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کی ان صورتوں اور تصویروں سے مذکورہ بالا امور سے بڑھ کر فتنہ وفساد پھیلتا ہے، تو پھر یہ کیوں کر باعثِ فتنہ وفساد نہ قرار دی جائیں گی؟

الغرض جب ان تصویروں سے بھی فتنہ ہوتا ہے اور ان میں بھی مضر پہلو موجود ہیں اور خدا کو ناراض کرنے والی چیزیں پائی جاتی ہیں تو یہ کیوں کر جائز ہوں گی؟

۞ پردے پر عورت نہ آئے تو؟

یہاں یہ بات بھی صاف ہوجانا چاہئے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ

ٹیوی پر عورت نہ آئے تو اس میں فتنہ کا پہلو ختم ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ حدودِ جواز میں داخل ہو جاتا ہے حتی کہ ایک معاصر عالم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہم نے بھی اس نظریہ کو پیش کیا ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''ٹی وی پر ذی روح کی تصویر میں اگر نگیٹیو [Negative] لینے کے بعد اس کے ذریعہ نشر کی جائیں، تب تو اس کا حکم تصویر کا ہے اور اگر براہِ راست ٹیلی کاسٹ کیا جائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے تو یہ عکس ہے اور اس وقت درست ہے، جب کسی خاتون کو سامنے نہ لایا جائے۔

(جدید فقہی مسائل ص:۲۰۲)

مگر مولانا کی یہ بات مخدوش ہے کیوں کہ ''خاتون کو سامنے نہ لایا جائے'' کی قید غالباً اسی لئے ہوگی کہ مرد اس کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہوں گے، تو غور کیجئے کہ اگر پردے پر مرد کو لایا جائے تو کیا اس کو دیکھ کر عورتیں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گی؟ ظاہر ہے کہ جس طرح عورت مرد کے لئے فتنہ کا باعث ہے، مرد بھی عورت کے لئے فتنہ کا سبب ہے، پھر دونوں میں تفریق کی کیا وجہ؟ خود حدیث میں ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (ایک نابینا صحابی) دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ وحضرت میمونہ رضی اللہ عنہما موجود تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عورتوں کو ان نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ صحابی تو اندھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم دیکھتی نہیں؟

(ترمذی:۲/۱۱۴، ابوداؤد، نسائی، بیہقی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

مرد کی طرح عورت کو بھی حکم ہے کہ غیر جنس کو نہ دیکھے، نیز قرآنِ مجید میں جس طرح نظروں کو نیچی رکھنے کا حکم مردوں کو دیا گیا ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے۔

رہا یہ کہ فقہا نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ مرد کو دیکھے بشرطیکہ شہوت نہ ہو، تو عرض ہے کہ اولاً تو یہ تمام فقہاء کا مذہب نہیں ہے، پھر اس میں جو شرط لگائی گئی ہے کہ شہوت نہ ہو، اس کا تحقق شاذ ونادر ہی ہوتا ہے، لہذا یہ مسئلہ ایک فرضی مسئلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ہے اور فقہاءِ کرام بعض بعض ایسے مسائل بھی بیان کرتے ہیں، جو شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں، جیسا کہ کتبِ فقہ سے شغف رکھنے والے پر مخفی نہیں، لہذا اس کی بنیاد پر موجودہ زمانہ کے لوگوں کو اجازت مرحمت فرمانا، نہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ اسلامی مزاج سے ہم آہنگ ہے، نیز موجودہ ماحول ومعاشرے میں پھیلے ہوئے فاسد عناصر کے پیشِ نظر اس کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تعجب اور حیرت ہے کہ مولانا نے ان باتوں سے قطعِ نظر کس طرح اس کا جواز فراہم کر دیا؟

غرض یہ کہ ٹی وی کے پردے پر نشر ہونے والی صورت عورت کی ہو یا مرد کی، بہر حال وہ باعثِ فتنہ وفساد ہے اور اس صورتِ حال نے مردوں اور عورتوں دونوں کو غیر معمولی جذباتی ہیجان میں مبتلا کر دیا ہے اور شہوانی جذبات کی ایک بھٹی ہے جو سینوں میں بھڑکا دی ہے اور یہ وہ حقائق ہیں جن کا کوئی صاحبِ عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا، پھر دیکھ لیا جائے کہ اس فتنہ وفساد کے باوجود کیوں کر اس پروگرام کو حدودِ جواز میں داخل کیا جا سکتا ہے؟

عکس یا تصویر

اس موقع پر یہ مسئلہ بھی زیرِ بحث لایا جاتا ہے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں یا عکس [Reflection] قرار دی جانے کی مستحق؟

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ چنداں اہمیت کا حامل نہیں ہے کیوں کہ اس تحقیق پر اس کا حکم موقوف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہو جائے گا، مگر چوں کہ بعض لوگ (جن میں اللہ بھلا کرے بعض علماء بھی شامل ہیں) ٹی وی اور ''وی سی آر'' کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو بیٹھتے ہی یہ بحث کرنے لگتے ہیں کہ اس پر دکھائی جانے والی صورتیں، تصاویر نہیں بلکہ عکس ہے، اور عکس دیکھنے میں کوئی برائی نہیں ہے، اس لئے ہم نے بڑی تفصیل سے اس مسئلہ پر اوپر کلام کر دیا ہے۔

اب اتنی بات مزید عرض کرتا ہوں کہ ان حضرات کا ٹی وی کے جواز پر اس کی صورتوں کو عکس کہہ کر استدلال کرنا عجیب ہے اور یہ طرزِ استدلال نہایت غیر منطقی ہے کیوں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ صورتیں عکس ہیں، تصاویر نہیں، تب بھی یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ جائز ہے، کیا کوئی شرعی دلیل یہ ثابت کرتی ہے کہ عکس خواہ کسی قسم کا ہو، اس کو دیکھنا اور اس سے انتفاع کرنا جائز ہے۔ قرآن وحدیث کی صریح دلیل نہیں تو کم از کم کسی فقیہ کی عبارت اس عموم کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہے؟

علماء پر مخفی نہیں کہ قیاس دو مقدموں سے بنتا ہے، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ مقدمہ بیان کر کے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں عکس ہیں ''نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ یہ جائز ہے'' حالاں کہ ایک مقدمہ مفید

نتیجہ نہیں ہوسکتا، لہذا اس میں ایک اور مقدمہ بھی لگانا ضروری ہوا پھر بعض حضرات جو اپنے کو کچھ منطقی فرض کرتے ہیں وہ ایک مقدمہ یہ ملاتے ہیں کہ ''آئینہ میں جو عکس نظر آتا ہے وہ جائز ہے، لہذا ''ٹی وی'' کا عکس بھی جائز ہے، مگر اہلِ علم جانتے ہیں کہ شکلِ اول کے نتیجہ دینے کی ایک شرط کلیتِ کبری ہے، لہذا جب تک کہ ہر عکس کو جائز ثابت نہ کیا جائے گا، یہ شکل وقیاس نتیجہ نہیں دے سکتا۔ لہذا پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ ہر عکس خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو، جائز ہے، پھر نتیجہ مرتب کیا جائے مگر یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ خود فقہاءِ کرام نے بعض قسم کے عکس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: اجنبی عورت کا عکس پانی یا آئینے میں دیکھنا حرام ہونا چاہئے کیوں کہ فتنہ اور شہوت کا اندیشہ ہے، پھر علامہ ابن حجر شافعیؒ سے بھی اس بات کی ترجیح نقل کی ہے۔

(درمختار ج:٦ ص:٣٧٢)

معلوم ہوا کہ ہر عکس جائز ومباح نہیں ہے، تو پھر ''ٹی وی'' کی صورتوں کو عکس ماننے سے اس کا جائز ہونا ثابت نہ ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔

دوسرے اس سلسلہ میں یہ بات نہایت اہم اور لائقِ توجہ ہے کہ اسلام میں احکام کا مدار علت پر ہے، لہذا جن احکامات کی علت منصوص یا معقول (عقل میں آنے والی) ہو، ان کا وہ حکم اسی علت کی بنا پر ہوگا، جیسے شراب حرام ہے اور اس کی وجہ وعلت نشہ ہے، لہذا نشہ مدارِ حکم ہے، پھر اگر وہ علت کسی اور چیز میں پائی جائے تو وہ دوسری چیز بھی حرام ہوگی، جیسے نشہ اگر کسی اور چیز میں پایا جائے تو وہ چیز بھی شراب کی طرح حرام ہوگی۔

جب یہ اصول معلوم ہوگیا تو اب اسی اصول پر ''ٹی وی'' کی صورتوں کا حکم

بھی معلوم ہوسکتا ہے، چناں چہ ہم ان صورتوں کو تصویر نہیں، عکس اور پرچھائی مان لیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تصویر جن علتوں اور وجوہات کی بنا پر حرام قرار دی گئی ہے، ان میں سے سب یا بعض علتیں اس عکس میں تو نہیں پائی جاتیں؟ اگر پائی جاتی ہوں تو ان صورتوں کو بھی تصویر کے حکم میں داخل ماننا ہوگا اگر چہ یہ حقیقت میں عکس ہوں اور اگر ان میں وہ علتیں نہ پائی جائیں تو ان کو تصویر کے حکم سے خارج کہا جا سکے گا۔

غور کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ تصویر جن علتوں کی بنیاد پر حرام ہے ان میں سے بعض علتیں ''ٹی وی'' کے عکس (اگر ان کو عکس کہنا صحیح ہو) میں پائی جاتی ہیں۔ چناں چہ تصویر کی حرمت کن وجوہ کی بنا پر ہے؟ اس بارے میں ابن حجر عسقلانیؒ نے علامہ خطابیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

> ''تصویر بنانے والے کا عذاب اس قدر سخت اس لئے ہے کہ تصاویر اللہ کو چھوڑ کر پوجی جاتی ہیں اور ان کی طرف دیکھنا فتنہ میں ڈالتا ہے اور بعض نفوس ان کی طرف میلان کرتے ہیں۔

(فتح الباری شرح بخاری: ۳۸۴/۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کو تین وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے:

۱- شرک کا سبب ہونے کی وجہ سے۔

۲- لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونیکی وجہ سے۔

۳- نفوس کے ان کی طرف میلان کرنے کی وجہ سے۔

اور حرمت کی یہ تینوں وجوہات ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آنے والی صورتوں میں بوجہ اتم پائی جاتی ہیں، چناچہ تصویر کا پوجا جانا سب کو معلوم ہے اور آج شرک کا ایک بڑا ذریعہ یہی ہے۔

اور اگر بالفرض پہلی وجہِ حرمت کو "ٹی وی" کے تصویر میں نہ مانا جائے، تب بھی اس میں کلام کی گنجائش نہیں کہ باقی وجوہات اس میں پائی جاتی ہیں۔

غور فرمایئے کہ کیا اس سے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی قویٰ شہوانیہ میں تحریک نہیں ہوتی؟ کیا اس سے ان کے خفتہ جذبات بیدار نہیں ہوتے؟ کیا ان میں ہیجانی کیفیات نمودار نہیں ہوتیں؟ جب یہ سب کچھ ہوتا ہے تو پھر تصویر کی طرح یہ عکس بھی کیوں نہ حرام ہوگا؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تصویر سے زیادہ ٹیلی ویژن کے عکس میں جنسی جذبات اور شہوانی خیالات کو اپیل کرنے والی کیفیات وخصوصیات ہوتی ہیں اور اس عکس میں حرکت بھی ہوتی ہے جس سے اور زیادہ فتنہ ابھرتا ہے، تو اس کے تصویر سے زیادہ حرام ہونے میں بھی شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

اب رہا وہ اصل سوال کہ "ٹی وی" کی صورتیں عکس ہیں یا تصویر؟ تو اس پر ہم نے اوپر تفصیل سے کلام کردیا ہے اور فنی اعتبار سے اس کو ثابت کردیا ہے کہ پروگرام خواہ براہِ راست نشر کیا جائے یا نگیٹیو لینے کے بعد ہر صورت میں اس کی صورتیں تصاویر کے حکم میں ہیں، جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ عکس نہیں بلکہ تصویر کے حکم میں ہے، تو اسی سے اس کا حرام وناجائز ہونا بھی ثابت ہوگیا بشرطیکہ یہ جان دار چیزوں کی صورت ہو، ہاں اگر غیر جاندار کی ہو تو اس کا حکم جواز کا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

الغرض زیرِ بحث پروگرام جس میں مفید ومعلوماتی چیزیں نشر کی جاتی ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں تصاویر ہوتی ہیں، جو شرعاً حرام وناجائز ہیں، یہ بھی شرعی اعتبار سے ناجائز قرار پاتا ہے، اگر چہ اس میں کچھ فائدہ ونفع بھی ہو، مگر اس سے اس کے مفاسد کی برائی وحرمت ختم نہیں ہوجاتی، اس لئے یہ ناجائز وحرام ہے۔

❁ اسپورٹس میچ پروگرام

زمانۂ حال میں جہاں اور بہت سی چیزوں کو ترقی ہوئی ہے، وہیں اسپورٹس (Sports) کو بھی خوب ترقی ملی ہے اور اس کی نت نئی شکلیں رائج ہیں اور اس کی ترقی کا ایک زینہ یہ بھی ہے کہ جب کسی جگہ اسپورٹس میچ ہوتے ہیں تو ''ٹیوی'' کے پردے پر نشر کئے جاتے ہیں اور لوگ پورے انہماک اور خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ان کا نظارہ کرتے ہیں۔

❁ اسلام اور اسپورٹس

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں اسپورٹس جائز ہے اور بعض حدیثوں میں اس کی ترغیب بھی آئی ہے، مثال کے طور پر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو (سپہ گری کی) مشق کررہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں پیچھے سے آپ کے کانوں کے درمیان سے دیکھ رہی تھی اور آپ علیہ السلام فرمارہے تھے کہ اے بنی ارفدہ! اس کھیل کو مضبوط پکڑلو، تاکہ یہود ونصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں سہولت ہے۔

(کنز العمال: ۱۵/۹۷، حدیث: ۴۰۶۶۹)

مطلب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھیل کود کرتے رہو، میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں خشکی اور شدت معلوم ہو۔

(کنز العمال: ۱۵/۹۲، حدیث: ۴۰۶۰۹)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصارِ مدینہ میں ایک صاحب دوڑ میں بڑے ماہر تھے کوئی ان سے آگے نہ جا سکتا تھا انہوں نے ایک روز اعلان کیا کہ کوئی ہے جو دوڑ میں میرا مقابلہ کر سکے؟ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں ان کا مقابلہ کروں، آپ نے اجازت دے دی میں نے مقابلہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

(مسلم:۳۳۷۲، مسند احمد:۱۵۹۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں مسابقت کی اور حضرت زبیر آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! میں اب کی مرتبہ آپ سے آگے بڑھ گیا، پھر دوبارہ ان حضرات نے مسابقت کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! میں اب کی مرتبہ تم سے آگے بڑھ گیا۔

(کنز العمال: ۱۵/۹۸، حدیث:۴۰۶۷۴)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ پہلوان سے کشتی فرمائی اور اس کو پچھاڑ دیا۔

(ابوداؤد:۳۰۰۶ وترمذی:۱۷۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن مرد کا بہترین کھیل پیرا کی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کا تنا ہے۔

(الجامع الصغیر للسیوطی:۴۰۷۶)

یہ اور اس قسم کی اور حدیثیں اسپورٹ کی اور اسپورٹ میچ کی اجازت اور ترغیب دیتی ہیں، اسی طرح ان کھیلوں کو دیکھنے کی بھی اجازت دیتی ہیں۔

اسپورٹ کے جواز کی شرائط

مگر اتنا یاد رہے کہ اسلام میں اسپورٹ کا جواز چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اگر وہ شرطیں موجود ہوں تو یہ جائز ہوگا اور اگر موجود نہ ہوں تو ناجائز اور وہ شرطیں یہ ہیں:

۱- ایک یہ کہ محض وقت گزاری مقصد نہ ہو۔

۲- ان کھیلوں میں کوئی معتد بہ فائدہ ہو، جیسے بدن میں چستی اور قلب میں سرور پیدا کرنا وغیرہ۔

۳- ان میں لگنے سے دینی یا دنیوی امور میں خلل نہ پڑے۔

ان شرائط کی تفصیل کے لئے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رسالہ ''السعی الحثیث'' کا مطالعہ کیا جائے جو احکام القرآن کا جزء ہو کر شائع شدہ ہے۔

الغرض حدود وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے شریعتِ اسلام میں اسپورٹ کی اجازت ہے مگر یہاں مسئلہ زیرِ بحث یہ ہے کہ اس کا ٹی وی پر دیکھنا کیسا ہے؟ یہ مسئلہ قابلِ غور ہے۔ کیوں کہ ہم اوپر واضح کر آئے ہیں کہ ٹی وی پر نشر ہونے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں اور ان سے تباہ کن اور خطرناک نتائج مرتب ہوتے ہیں، لہذا ان وجوہات کی بنا پر اسپورٹ میچ کا بھی ''ٹی وی'' پر دیکھنا جائز نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ آج کل جس قدر انہماک سے لوگ اس کو دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں دینی و دنیوی امور میں جو خلل واقع ہوتا ہے، مثلاً نمازیں غائب ہوجاتی ہیں، دکان اور تجارتیں ٹھپ ہوجاتی ہیں اور آدمی ناکارہ ہوکر رہ جاتا ہے، اس کے پیشِ نظر بھی اس کو جائز قرار دینا مشکل ہے، کیوں کہ یہ لہو الحدیث میں داخل ہوگا جس کا حرام ہونا اوپر تفصیل سے گذر چکا ہے۔

حاصل یہ کہ ایک تو تصویر ہونے اور اس سے مفاسد ومضرات کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اس میں دین ودنیا کے ضروری امور سے غفلت ہونے کی وجہ سے، یہ پروگرام بھی جائز نہیں ہے۔

دینی ومذہبی پروگرام

بعض اوقات ''ٹی وی'' پر مذہبی ودینی پروگرام بھی پیش کیا جاتا ہے، اس کے متعلق وہ تجدد پسند طبقہ جو دین سے بھی تعلق وہمدردی رکھتا ہے اور اشاعت دین کا نیک جذبہ بھی ان میں موجزن ہے، یہ خیال کرتا ہے کہ ایسے پروگراموں کو جائز ہونا چاہئے کیوں کہ اس سے دین کی اشاعت وخدمت ہوتی ہے۔

انہی حضرات کا خیال ہے کہ ''ٹی وی'' سے دینی واصلاحی خدمت لینا اہم ترین اسلامی اور شرعی ضرورت ہے، جب کہ کفار ومشرکین اور مختلف اِزَموں کے علم بردار اس سے کام لیتے ہوئے، اپنے باطل مزعومات اور فاسد خیالات کی، کفر وشرک کی اور فحش وعریانیت کی اشاعت وتشہیر کررہے ہیں، تو کیوں نہ یہ آلہ جو خدا کی قدرت کا ایک شاہ کار ہے، دین وشریعت کی اشاعت وتشہیر، تبلیغ وتفہیم کے لئے استعمال کیا جائے؟

میں ان حضرات کے ان نیک جذبات وخیالات کی قدر کرتا ہوں مگر ساتھ ہی ان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دین کے کسی کام کے لئے محض جذبہ کی نیکی اور خیالات کی پاکیزگی کافی نہیں ہوا کرتی، بلکہ کام کا صحیح رخ پر ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔

خیر بذریعہ شر

اس لئے یہاں ایک بات اصولی طور پر جان لینا چاہئے، وہ یہ کہ کسی کام میں جذبہ تو ہو نیک، مگر اس نیک جذبہ کو پورا کرنے کے لئے جو کام کیا جائے، یا یوں کہئے کہ اس نیک کام کو انجام دینے کے لئے جس کو ذریعہ بنایا جائے، وہ ہو شر کی بات، تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

موٹی بات ہے کہ صدقہ کرنے کے لئے کسی کا مال چرانے کی اجازت تو نہیں دی جاسکتی؟ یا شراب سے مال حاصل کرنے کا فتوی تو نہیں دیا جاسکتا؟

علماءِ تفسیر نے لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ قمار (یعنی جوا) کھیلتے تھے، وہ جوئے کے ذریعہ جیتا ہوا سارا مال فقراء اور محتاجوں کو دے دیا کرتے تھے اور اپنے کام میں نہیں لاتے تھے۔

(روح المعانی:۲ص:۱۱۴، قرطبی ج:۳ص ۵۷)

مگر اس کے باوجود قرآن نے جوے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اس کو شیطانی حرکت قرار دیا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ جب جوے سے یہ نیک کام متعلق تھا کہ فقراء ومساکین کی مدد ونصرت ہوتی تھی جو کہ ایک خیر وبھلائی ہے، تو پھر اس سے اسلام میں منع کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اس سے اس لئے منع کیا گیا کہ یہ ''خیر بذریعہ شر'' ہے اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح اس پر غور کرنا چاہئے کہ اسلام اور دین کی اشاعت وتبلیغ، ''ٹیوی'' کے ذریعہ کی جائیگی، تو ظاہر ہے کہ وہ مفاسد وخرابیاں ضرور رونما ہوں گی جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، اور یہ بات اوپر معلوم ہوچکی ہے کہ ٹی وی کی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں جو کہ اسلام میں حرام ہے، تو اس خیر وبھلائی کو ان مفاسد اور خرابیوں

کے ذریعہ حاصل کرنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟

۞ سدِ ذرائع کا شرعی اصول

پھر یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے، وہ یہ کہ شریعت کا ایک اہم اصول وقاعدہ ہے کہ: ''جو چیز اپنی ذات کے اعتبار سے حلال وجائز ہے مگر اس کو کسی ناجائز عمل کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، تو وہ بھی ممنوع وناجائز ہوجاتی ہے'' حاصل اس کا یہ ہے کہ جو چیز بجائے خود جائز ہو مگر وہ کسی ناجائز کام کا ذریعہ بنتی ہو تو اسلام میں وہ بھی ناجائز قرار پاتی ہے۔

اس اصول کی روشنی میں غور کرنا چاہئے کہ اگر بالفرض اس زیر بحث پروگرام کو فی حد ذاتہ وفی نفسہ جائز مان لیں، تب بھی اس میں شک نہیں کہ اس پروگرام کے بہانے عام لوگ ان چیزوں کو بھی ''ٹی وی'' کے ذریعہ دیکھنے کی جرأت کریں گے، جن کا حرام ہونا واضح ہے جن کی تفصیل وتحقیق پچھلے صفحات میں گزرچکی ہے۔

غرض یہ کہ جب لوگوں کو ''ٹی وی'' پر دینی پروگرام کے دیکھنے کی اجازت دی جائے گی، تو اولاً لوگ ''ٹی وی'' کو دینی پروگرام کے لئے خریدیں گے، پھر رفتہ رفتہ اس سے ناجائز پروگرام بھی دیکھیں گے، تو یہ دینی پروگرام حرام میں ابتلا کا ذریعہ بنے گا، لہذا وہ بھی ناجائز ہوگا۔

اوراس اندیشہ اور خوف کو محض عقلی امکان Logical-Possibility نہ خیال کریں, بلکہ یہ ایک واقعی چیز ہے، اس کے لئے آپ ریڈیو کی مثال سامنے رکھیں کہ جب ریڈیو میں تلاوتِ قرآن، نعت وحمد، تقریر ووعظ، تفسیر وتاریخ، اسلام

اور فقہِ اسلامی وغیرہ دینی امور کو بھی شامل کیا گیا۔

تو مسلمان خوش ہو گئے اور علماء کے سامنے صورتِ حال رکھ کر ان چیزوں کو ریڈیو سے سننے کے متعلق فتویٰ لیا گیا، حضراتِ علماء نے کڑی شرطوں اور سخت قیود کے ساتھ ان مخصوص پروگراموں کے جواز کا فتویٰ دیا مگر کیا لوگ ان حدود و قیود اور شرائط کے پابند رہے؟ اور کیا بات ان جائز پروگراموں تک محدود رہی؟ ہرگز نہیں بلکہ اب قرآن اور دینی امور کو ریڈیو سے سننے کا رواج ہی تقریباً ختم ہو گیا اور وہ صرف گانے بجانے اور واہی تباہی چیزوں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے، مگر نام اب بھی یہی ہے کہ ریڈیو جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عوام حدود و قیود کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں، اس لئے اسلام ایسے مواقع پر فی نفسہٖ حلال چیزوں کو بھی ناجائز قرار دیتا ہے تا کہ حرام میں ابتلاء نہ پیش آئے۔

❁ جدت پسندوں کی ایک غلط فہمی

یہاں جدت پسند طبقہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا بھی مناسب ہوگا، وہ یہ کہ بہت سے جدت پسند لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ''ٹی وی'' کے ناجائز ہونے کا فتویٰ سن کر کہتے ہیں کہ علماء شروع میں ہر چیز کو حرام کہتے ہیں پھر خود ہی اسے حلال کر دیں گے، جیسے ریڈیو کو بھی پہلے حرام کہا تھا، پھر حلال کہہ دیا۔

مگر جو صاحبِ عقل ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ان روشن خیالوں کی تاریک خیالی کا نتیجہ ہے، ورنہ علماء نے کبھی حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں بتایا بلکہ جب ریڈیو کی خرافات دیکھی تو حرام قرار دے دیا اور وہ سب چیزیں آج بھی حرام

ہی ہیں، کوئی عالم آج بھی ان چیزوں کو جائز نہیں قرار دیتا جن کی حرمت کا فتویٰ دیا جا چکا ہے، پھر جب علماء کو بتایا گیا کہ ریڈیو میں تلاوتِ قرآن بھی ہوتی ہے اور تفسیرِ قرآن بھی، نعت وحمد بھی، وعظ وتقریر بھی، تو علماء نے شرعی حدود وقیود کے ساتھ ان چیزوں کو سننے کی اجازت دی اور وہ آج بھی جائز ہیں، مگر ان علماء کو کیا خبر تھی کہ ریڈیو میں ان دینی امور کو داخل کرنا، بعض عناصر کی جانب سے محض اپنی خواہش کے مطابق ''جواز کا فتویٰ'' حاصل کرنے کی ایک سازش کی تھی اور کسے خبر تھی کہ فتویٰ لیتے ہی حدود وقیود سے آزاد ہوکر یہ لوگ ''ریڈیو جائز ہے'' کی رٹ ایسی لگائیں گے کہ علماء کے فتوؤں میں موجود حدود وقیود، صرف ان کے لکھے ہوئے کاغذ میں محدود ومقید ہوکر رہ جائیں گے اور امت کو اور علماءِ امت کو یہ لوگ یوں دھوکہ دیں گے، افسوس ہے کہ آج یہی تاریک خیال طبقہ اپنے کو سب سے زیادہ روشن خیال کہتا ہے۔

اسی جدت پسند طبقے کی ایک معروف شخصیت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (پاکستان) ابھی بنگلور تشریف لائے تھے، ان سے ایک اخباری نمائندے نے انٹرویو لیا اور اس میں جدید آلات سے استفادہ کے بارے میں سوال کیا، اس پر ڈاکٹر صاحب نے اسی قسم کا ایک شوشہ چھوڑا اور اپنی شانِ تحقیق کے ساتھ یہ فرمایا کہ:

> ''علماء ہر نئی چیز کو ناجائز کہہ دیتے ہیں، جب لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کو بھی ناجائز قرار دیدیا، پھر آہستہ آہستہ اس کا رواج مساجد میں بھی ہوگیا''

ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم ومطالعہ نہایت درجہ سطحی ہے اور حضراتِ علماء وفقہاء کے کام کی نوعیت اور نزاکت سے وہ بالکل بے خبر ہیں، اور اسی بے خبری کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ انتہائی غیر معقول بات نکلی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب لاوڈ اسپیکر ایجاد ہوکر اس کا رواج ہونے لگا تو حضرات علماء کرام سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا، کہ اس کو نماز میں اور دینی ضرورتوں میں استعمال کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

یہ تو ظاہر ہے اور ہر معمولی عقل والا بھی اس کو جانتا ہے کہ اس سوال پر غور و خوض کے لئے علماء اور فقہاء کو جن اصول اور قواعد کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، ان پر توجہ دیئے بغیر اور ان کو فراموش کر کے اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا تھا، اس لئے ان حضرات نے ان اصول کے مطابق اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش فرمائی اور ان کی یہ کوشش مبارک ومسعود کوشش ہے۔

چناں چہ ان حضرات نے اولاً اس طرف توجہ فرمائی کہ اس آلہ کے ذریعہ امام کی جو آواز مصلیوں تک پہنچتی ہے، وہ امام کی اصلی آواز ہے یا اس آواز کی باز گشت ہے؟ اس تحقیق کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس پر اصل سوال کا جواب موقوف تھا، کیوں کہ اگر اس آلہ سے دور تک پہنچنے والی آواز، آوازِ باز گشت ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس آواز پر امام کے پیچھے کھڑے ہوئے مصلیوں کا نقل وحرکت کرنا، ایک نماز سے خارج چیز کی اتباع ہونے کی وجہ سے مفسدِ نماز ہے، اور اگر یہ آواز امام کی اصلی وبعینہٖ آواز ہو تو اس آواز پر مصلیوں کا نقل وحرکت کرنا جائز ہے اور اس سے نماز میں فساد نہیں آتا، لہذا حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے زمانے کے

سائنسی اداروں سے اس سلسلہ میں رجوع کیا اور ان سے خط وکتابت فرمائی اور اس بارے میں ان کی تحقیق طلب کی۔ اس پر حضرت کو جو ''جوابات'' اہلِ سائنس کی جانب سے موصول ہوئے اس میں اختلاف تھا، بعض کی تحقیق یہ تھی کہ یہ آواز اصلی آواز ہے اور بعض کی تحقیق اس کے بالکل خلاف یہ تھی کہ یہ آوازِ بازگشت ہے۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے جواب لکھا کہ:

> ''اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس آلہ سے عینِ صوت بلند نہیں ہوتی بلکہ گونجنے اور ٹکرانے سے اس کی حکایت پہنچ جاتی ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہونا ہے اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس آلہ سے عینِ صوت بلند ہو جاتی ہے تو اس صورت میں اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دونوں احتمال ہوں تو بھی نماز کے معاملہ میں احتیاط کے پیشِ نظر اس کا حکم، عدمِ جواز کا ہوگا''۔

(تفصیل کے لئے دیکھو: امداد الفتاویٰ، جلد اول اور جواہر الفقہ اول اور آلات جدیدہ کے شرعی احکام)

اس تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ علماء نے یہ عدمِ جواز کا فتوی دراصل اہل ِسائنس کے جواب کی بنا پر دیا تھا کیوں کہ وہ لوگ اس آلہ سے نکلنے والی آواز کو آوازِ بازگشت کی طرح قرار دے رہے تھے، اس لئے اس پر نماز پڑھنے کو احتیاط کی بنا پر ناجائز اور مفسد قرار دیا، یہ اگر غلطی ہے تو علماء کی نہیں بلکہ اہلِ سائنس کی غلطی ہے، مگر یہ جدت پسند طبقہ ان تفصیلات سے بے خبر رہ کر علماء پر زبانِ لعن وطعن دراز کرتا ہے۔

رہا یہ کہ پھر علماء نے لاؤڈ اسپیکر کو کس طرح جائز کر دیا؟ اسکا جواب بھی

سن لیجئے ،حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ کے انتقال کے بعد ،جب ان کی خدمت میں اس آلہ کے بارے میں مسلسل سوالات آنے لگے ،تو دوبارہ غور وخوض کیا اور دوبارہ اہلِ سائنس کی طرف رجوع کیا اور متعدد ریڈیو اور صوتیات کے محکموں سے سوال کیا کہ اس آلہ کی آواز اصل آواز ہے یا آواز کی نقل؟ تو اس پر اب تمام محکموں سے بالاتفاق یہ جواب آیا کہ اس کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی ہے، اس تحقیق نے اس بنیاد ہی کو جڑ سے ختم کر دیا جس کی بنا پر حضرت تھانویؒ نے فسادِ نماز کا حکم لگایا تھا ،تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اور دیگر اکابر نے اس آلہ کے استعمال کی اجازت دی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس غور وفکر کے زمانے میں بھی سوچتا رہا کہ اگر آج حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور اس ابتلاء عام کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ تحقیق ملاحظہ فرماتے تو کیا وہ اپنے سابق فتوے پر جمے رہتے؟ یا اپنی اس خداداد حق پرستی اور عوام کے لئے سہولت کوشی کے پیشِ نظر آپ اپنے اس فتوے کو بدلتے؟ مجھے اپنے ناقص غور وفکر اور حضرت قدس سرہ کے ذوق کا جس قدر حصہ حاصل تھا اس نے یہی جواب دیا کہ ان حالات میں حضرت ضرور فسادِ نماز کے فتوے سے رجوع فرمالیتے۔

(دیکھو،امدادالفتاویٰ:۸۴۶/۱)

اب بتایئے کہ غلطی علماء کی ہے یا اہلِ سائنس کی جنھوں نے پہلے تو اس آلہ کی آواز کو نقل اور بازگشت قرار دیا پھر اس کو اصل آواز کہہ دیا؟ اس تفصیل سے واضح

ہوا کہ علماء کرام نے امت کی خاطر اور شرعی حدود واحکام کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے کس قدر جانفشانی سے کام لیا ہے اور ان کے مسائل کا حل شرعی نقطۂ نظر سے نکالنے میں کس طرح نزاکت واحتیاط سے کام لیا ہے؟ مگر افسوس اس ساری تفصیل سے آج ایک شخص آنکھیں بند کر کے عوام کو علماء سے بدظن کرنے کے لئے ان پر رکیک حملے کرتا ہے اور اپنی جہالتوں کے باوجود عوام پر اپنا سکہ جمانے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔

ایک اور رخ سے

اس کے بعد ایک اور رخ سے اس پر غور کیجئے، وہ یہ کہ آج جس قدر بھی نئے آلات اور نئے وسائل وذرائعِ ابلاغ سے دینی کاموں میں مدد لی جارہی ہے، ان کا فائدہ قطعاً اتنا اور ایسا نہیں ہے جیسا اور جتنا کہ قدیم ذرائع کا ہے، اور ان جدید ذرائع سے انتفاع بھی صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کو دین کے معلوم کرنے کے لئے ان کی ضرورت ہی نہیں، کیوں کہ وہ پہلے سے دینی امور سے واقف ہیں، اور جن کو دینی معلومات کی ضرورت ہے، وہ ان کے ذریعہ دین کو حاصل نہیں کرتے۔

مولانا وحیدالدین خان صاحب مدیر الرسالہ دہلی نے صحیح لکھا ہے کہ:

> ''پاکستان میں ''اسلامائزیشن'' کی اسکیم کے تحت ٹیلی ویژن پر اسلامی پروگرام جاری کئے گئے مگر ان کو صرف وہ لوگ دیکھتے تھے جن کو اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور جن کو دیکھنا چاہئے، ان کا حال یہ تھا کہ جیسے ہی اسلامی پروگرام شروع ہوا، انہوں نے ٹی وی سٹ کو بند کر دیا''۔

اس کے بعد مولانا وحید الدین نے خوب اور بالکل صحیح کہا کہ:

’’حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی فکری اصلاح ہمیشہ تبلیغی مہم کے ذریعہ ہوئی ہے، وہ اسکول کی تعلیم یا ٹی وی کے پروگرام کے ذریعہ کبھی پیدا نہیں ہوئی‘‘۔

(الرسالہ بابت فروری 1991ء)

اب بتایئے کہ ایک ناجائز چیز کو اختیار کرنے سے کیا حاصل جب کہ اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں، جس دور میں سیدھے سادے طریقہ سے اسلام کی اشاعت کی گئی، اس میں جتنے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے اور تعلیماتِ اسلام سے واقف ہوئے، ان نئے آلات کے ذریعہ اس کا............حقیقت یہ ہے کہ..................سوواں حصہ بھی نہ ہوئے۔

حاصل یہ کہ اولاً تو فی نفسہٖ بھی یہ پروگرام بعض وجوہات سے ناجائز ہے، ثانیاً ناجائز امور میں ابتلاء کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے بھی ناجائز ہے، ثالثاً جس مقصد کا لوگ ذکر کرتے ہیں وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے اور اکے دکے واقعات پر مسئلہ کا مدار نہیں ہوا کرتا۔

مسلمانوں کا ٹی وی چینل؟

آج کل بعض حلقوں کی جانب سے یہ آواز اٹھائی جارہی ہے کہ مسلمانوں کا بھی ایک ’’ٹی وی چینل‘‘ ہونا چاہیئے تاکہ اس کے ذریعہ سے اسلام کی دعوت کو غیروں تک پہنچانے کا کام وفریضہ بہتر انداز میں انجام دیا جاسکے، نیز اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو جو بگاڑ کر پیش کیا جارہا ہے، اس کا اس ’’چینل‘‘ سے جواب دیا جائے اور اسلام کی اور مسلمانوں کی

واقعی اور اصلی صورت سے غیر جانب دار لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

لیکن سوال وہی ہے جو اوپر پیش کیا گیا کہ کیا اس کے ذریعہ واقعی اسلام اور اہلِ اسلام کی یہ خدمت انجام پاتی ہے؟ اور کیا اس کے سوا کوئی واضح اور غیر مشکوک راستہ اس کے لئے نہیں ہے؟ اور کیا وہ سارے راستے اس کام کے لئے کام میں لائے جاچکے ہیں؟

ظاہر ہے کہ جب تک ان سوالات کو حل نہیں کر لیا جائے گا، اس قسم کے ''چینل'' کی بات محض ایک ''دل بہلانے'' کی بات ہوگی، جس پر احکامِ شرع کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

بعض معاصر علماء نے مسلمانوں کے ''ٹی وی چینل'' کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے، اس کے جواز کا ایک عجیب راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے، وہ یہ کہ:

> ''جب جان و مال کی دنیوی ضرورت کے تحت پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو کی اجازت ہے تو حفاظتِ دین کی ضرورت کے لئے بھی اس کی اجازت ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس کی اجازت دینے میں ایک حرام کے ارتکاب کا مفسدہ ہے اور اس سے ممانعت میں بہت بڑے طبقہ کے دینی دعوت سے محروم ہو جانے کا بڑا اور عام مفسدہ ہے، لہذا'' اھون البلیتین'' کو اختیار کرتے ہوئے جواز کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔

(انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ مجموعہ مقالات مرتبہ: مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی: ۳۵)

مگر یہ بات اصولِ فقہ کے خلاف ہے کیوں کہ:

۱- ایک تو اس وجہ سے کہ فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ جہاں مفسدہ ومنفعت میں تعارض واقع ہو وہاں دفعِ مفسدہ کو ترجیح دی جائے گی ، کیوں کہ شریعت میں ماموارت کی ادائیگی سے زیادہ منہیات سے بچنے پر زور دیا گیا ہے۔

علامہ ابن نجیم المصریؒ نے لکھا ہے:

قاعدة خامسة وهي: درء المفاسد اولى من جلب المصالح،فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبًا لان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات،ولذا قالا: اذا امرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ،واذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه، وروى في الكشف حديثا : لترك ذرة مما نهى الله عنه افضل من عبادة الثقلين، ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للمشقة ولم يسامح في الاقدام على المنهيات.

(الاشباہ والنظائر:۲۹۰/۱)

ترجمہ- پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ مفاسد کو دور کرنا مصالح کی تحصیل سے اولی ہے ، پس جب مفسدہ اور مصلحت میں تعارض ہوجائے تو دفعِ مفسدہ کو مقدم کیا جائے گا کیوں کہ شریعت میں منہیات کے سلسلہ میں اہتمام ،مأ مورات کے اہتمام سے زیادہ سخت ہے،اسی لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس کو بجالاؤ اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں تو تم اس سے بالکل بچو'' اور کشف میں ایک حدیث لکھی ہے کہ ''اللہ کی منع کردہ چیزوں میں سے ایک ذرہ کا ترک کردینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے'' اوراسی لئے دفعِ مشقت کے لئے ترکِ واجب تو جائز ہے

لیکن ناجائز کاموں پر اقدام کی اجازت نہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ کی اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ مفاسد سے بچنا اور بچانا، تحصیلِ منافع و مصالح سے مقدم ہے اور اس مسئلہ میں غیروں کو دین سے واقف کرانا اور اسلام کی اشاعت کرنا وغیرہ مصالح ہیں اور حرام کا ارتکاب، مفسدہ ہے، اس لئے حرام سے بچنے اور بچانے کی فکر کو مصالح کی تحصیل سے مقدم رکھنا چاہئے۔

اور اس سلسلہ میں حضراتِ فقہاء نے چند مسائل بطورِ نظیر پیش کئے ہیں:

۱-ایک آدمی کو پیشاب یا پائخانہ کی حاجت پوری کرنے کے بعد استنجاء یعنی صفائی کے لئے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی کہ جہاں وہ لوگوں سے آڑ میں ہوکر صفائی کرے تو اس کو استنجاء سکھانے کی ضرورت نہیں، اگرچہ یہ آدمی کسی نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ آڑ نہ ہونے کی صورت میں اس کو لوگوں کے سامنے استنجاء کرنا ہوگا۔

اس مسئلہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ:

لان النھی راجح علی الامر حتی استوعب النھی الازمان ولم یقتض الامر التکرار .

(الاشباہ والنظائر: ۱/۱۲۹)

ترجمہ-یعنی یہ مسئلہ اس لئے ہے کہ نہی (جیسے اس جگہ ستر کھولنے پر ہے) تمام زمانوں کو حاوی ہے اور امر (جیسے اس جگہ استنجاء کا امر ہے) وہ تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ استنجاء کرنا تو مأمور ہے مگر امر کو بار بار کرنے کا شرعاً

مطالبہ نہیں ہوتا، بس ایک دفعہ کرلیا تو اس کی تعمیل ہوگئی، اس کے برخلاف کسی کام سے منع کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کبھی اور کسی زمانے میں بھی اس کو نہ کرو، اس لئے ممنوعات سے بچنا، بنسبت ماموارت پر چلنے کے زیادہ اہم ہے۔

۲- ایک عورت پر غسل واجب ہے مگر وہاں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ وہ مردوں سے ہٹ کر غسل کر سکے تو اس کو چاہئے کہ وہ غسل کو مؤخر کردے۔

وجہ یہی ہے کہ عورت کو غسل کرنا تو واجب ہے مگر بے پردہ ہونا حرام ہے، اس لئے غسل کو مؤخر کرنے کا حکم دیا گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان بعض معاصرین کا یہ قول کہ اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے ایک حرام کا ارتکاب کیا جاسکتا ہے، فقہی نقطۂ نظر سے بے بنیاد ہے۔

۲- دوسرے اس وجہ سے یہ بات مخدوش ہے کہ حضراتِ فقہاء نے لکھا ہے کہ موہوم مصلحت ومنفعت کا اعتبار نہیں، جبکہ اس کے بالمقابل مفسدہ یقینی ہو۔

علامہ عزالدین ابن عبدالسلامؒ نے ''القواعد الصغریٰ'' میں لکھا ہے کہ:

واذا توهمنا المصلحة المجردة عن المفسدة الخالصة او الراجحة احتطنا لتحصيلها.

(القواعد الصغریٰ:۴۷)

ترجمہ- اگر مفسدہ خالصۃ یا راجحۃ سے کسی مصلحت کا وہم ہوتا ہوتو اس کی تحصیل میں ہم احتیاط برتیں گے۔

معلوم ہوا کہ اس مصلحت کا اعتبار ہوتا ہے جو یقینی ہو یا کم ازکم غالب ہو، محض موہوم قسم کی مصلحت کا اعتبار نہیں ہے، اس اصول پر جب ہم دیکھتے ہیں تو

’’ٹیوی‘‘ سے دعوت و اشاعتِ اسلام اور لوگوں میں دینی شعور کی بیداری کا کام ایک موہوم نفع ہے، اور اس کے بالمقابل اس سے حرام کا ارتکاب یقینی بات ہے، اس لحاظ سے ان علماء کی یہ بات مخدوش ہے۔

۳- تیسرے اس وجہ سے کہ مصلحت کی خاطر مفسدہ کو اس وقت برداشت کیا جاتا ہے جبکہ اس مصلحت کے حصول کے لئے کوئی غیر مخدوش راستہ وذریعہ موجود نہ ہو اور اگر اس مصلحت کے حصول کے لئے اور بھی راستے ہوں اور غیر مخدوش ہوں تو پھر اس مخدوش راستہ کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی، کیوں کہ فقہاء کا اصول ’’**الضرورات تبیح المحظورات**‘‘ ہے جس سے خود یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔

۴- چوتھے اس وجہ سے کہ مصلحت کا اعتبار کرتے ہوئے مفسدہ کو اس وقت نظر انداز کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں کوئی ایسا مفسدہ پیدا نہ ہو جو اس مصلحت کو بھی مات کر دے اور اگر اس کے بالمقابل کوئی ایسا مفسدہ پیدا ہونے کا خطرہ یقینی یا غالب ہو تو اس مصلحت کو اس مفسدہ کی بنا پر چھوڑ دیا جائے گا، اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی لئے خانۂ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے طریقے پر بنانے کی خواہش کے باوجود نہیں بنایا کہ اس مصلحت کے بالمقابل اس سے بڑا مفسدہ پیدا ہو سکتا تھا۔

اور زیرِ بحث صورت میں مسلمانوں کا چینل قائم کرنے سے اگر اسلام کی اشاعت کا فائدہ ہو بھی تو اس سے اس نفع کے مقابلے میں ہزاروں مسلمانوں کے حرام قسم کے پروگراموں میں ملوث ہونے کا عظیم خطرہ ہے اور وہ اس کی اجازت سے فائدہ اُٹھا کر اس کے حدود و قیود سے بالکل آزاد ہو جائیں گے اور ہر طرح کے

پروگراموں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ذرا سوچیے کہ اگر چند لوگ اس سے یہ فائدہ اٹھالیں کہ دین اسلام کو سمجھنے لگیں مگر لاکھوں مسلمان اس سے بے دینی میں مبتلا ہو جائیں تو اس میں سے کونسی صورت زیادہ قابل اعتبار ہوگی؟

اس لئے میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کا ''ٹی وی چینل'' موجودہ حالات میں سوائے گمراہی کے راستہ کے کچھ نہیں۔ **و اللہ اعلم۔**

اس سب کے باوجود ہم اس امکان کا رد نہیں کر سکتے کہ ''ٹی وی'' کو شرعی لحاظ سے جائز بنایا جاسکتا ہے، وہ اس طرح کہ 'ٹی وی' کی باگ ڈور اہل اسلام میں سے نیک وصالح افراد واشخاص کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس کو منکرات سے اس طرح پاک وصاف کر دیں کہ اس میں کوئی منکر باقی نہ رہے، اس پر جاندار کی تصاویر نہ پیش کی جائیں، فحاشی وعریانی کے پروگرام نہ ہوں، موسیقی اور راگ باجا نہ ہو، اور صرف صالح یا مباح مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور علماء کے بتائے ہوئے حدود وشرائط کا مکمل لحاظ رکھا جائے اور اگر ایسا ہوا تو علماء کرام ضرور اس کے جواز کا فتویٰ دیں گے۔

۞ بعض دیگر پروگرام

اوپر درج کردہ پروگراموں کے علاوہ بعض اور بھی پروگرام ہیں، مگر ان پر تفصیلی گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ اگر اوپر کی تفصیلات وتحقیقات کو ذہن میں رکھا جائے گا، تو دیگر پروگراموں کا حکم معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں، لہذا

اختصار سے کام لیتے ہوئے اہم باتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

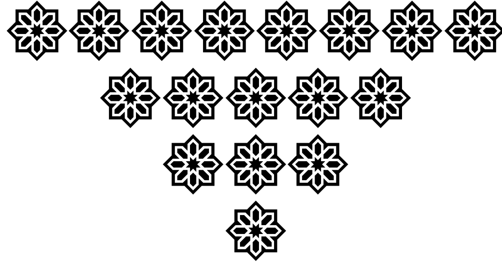
۱- جو پروگرام جاندار چیزوں پر مشتمل ہوں، وہ ناجائز ہوگا، کیوں کہ اسلام میں جاندار کی تصویر حرام ہے اور اوپر ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ''ٹی وی'' پر نظر آنے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں، لہذا یہ بھی ناجائز ہوں گی۔

۲- غیر ذی روح چیزیں جیسے عمارات، جنگلات، باغات، نئے آلات اور مشین وغیرہ ''ٹی وی'' پر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ فی نفسہٖ تو جائز ہے کیوں کہ اسلام میں غیر جاندار اشیاء کی تصویر جائز ہے، مگر غور یہ کرنا ہے کہ کیا ایسا ہوتا بھی ہے کہ صرف غیر جاندار چیزوں کو ''ٹی وی'' پر دکھایا جائے؟ جہاں تک ہمیں معلومات ہوئی ہیں، ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ عام طور پر ان بے جان چیزوں کے ساتھ 'تفہیم وتشریح' کے لئے یا کسی اور غرض سے یا بغیر اس غرض کے کسی ''انسان'' کو بھی ضرور سامنے لایا جاتا ہے، لہذا اگر یہ صورت ہو تو ایسا پروگرام بھی ناجائز قرار پائے گا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ اوپر جو اس کو جائز کہا گیا ہے، یہ جواز فی نفسہٖ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک عارض کی وجہ سے اس کو بھی حدودِ جواز میں داخل نہیں کیا جا سکتا، وہ یہ کہ اس کے بہانے لوگ دیگر حرام چیزوں کو بھی دیکھنے لگیں گے اور اوپر تفصیل سے عرض کر چکا ہوں کہ جائز کام بھی اس وقت ناجائز ہو جاتا ہے، جب وہ ناجائز کام کا ذریعہ بنے۔ لہذا اس عارض کی وجہ سے یہ غیر جاندار چیزوں کا پروگرام بھی ناجائز ہوگا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹی وی کے جائز ہونے کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ اس میں صرف غیر جاندار چیزوں پر مشتمل تعلیمی، اصلاحی، معلوماتی، سائنسی پروگرام تشکیل دیئے جائیں اور جاندار چیزیں اس میں نہ ہوں، اس صورت میں یہ جائز ہوگا اور کوئی خدشہ نہ ہوگا۔ (**واللہ اعلم**)



باب سوم
ٹی.وی. کے مہلک اثرات

موجودہ معاشرے میں کھلے طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ عفت وعصمت کی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے، اخلاقی اقدار کو پست کیا جارہا ہے، بےحیائی وعریانی، فحاشی اور جنسی بے راہ روی، مردوزن کا آزادانہ اختلاط، حدوں کو پھلانگتے جارہے ہیں، اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو موجودہ معاشرے میں ان سب بیماریوں اور اخلاقی کمزوریوں کا واحد سرچشمہ یہی ''ٹیلی ویژن'' ہے، اس نے فساد وبگاڑ کا وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی نظیر اس سے پہلے ادوار میں کہیں اور نہیں ملتی۔

پھر اس بگاڑ کے نتیجہ میں جو دنیوی عذابات کا سلسلہ قائم ہوا ہے، وہ گویا نفع میں ہے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ ''ٹیلی ویژن'' سے پیدا ہونے والے ''روحانی مفاسد'' اور ''جسمانی نقصانات'' کو پیش کرکے ''شہادتِ حق'' کا فریضہ ادا کردینا چاہتے ہیں۔ (واللہ الموفق)

معلوم ہونا چاہئے کہ ٹی وی کے ذریعہ روحانی وجسمانی، ظاہری وباطنی دونوں قسم کے نقصانات کا ایک غیر مختتم اور طویل سلسلہ قائم ہے جس پر بڑے بڑے ماہرین اور ڈاکٹروں نے تنبیہ کی ہے۔

چناں چہ لندن کے ایک مشہور انگریز مصنف[Guy Playfair Lyon] نے اپنی کتاب[THE EVIL EYE] میں اس سلسلہ میں اچھی خاصی تفصیلات جمع کردی ہیں، اسی میں ہے کہ [Jerry Mander] نے کہا کہ:

''ٹیلی ویژن'' روحانی وجسمانی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے، یہ بہت حد تک ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے جو''خیالی نیند و مدہوشی'' کے مشابہ ہے، اس کی مزین ورنگین شعاعیں جو براہِ راست پڑتی ہیں ہمارے جسموں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

پھر آخر میں خلاصہ کے طور پر کہتا ہے کہ:

Television is a totally horrible technology and reforming it is out of the question.

ترجمہ۔یعنی ٹیلی ویژن پورے طور پر بھیانک و وحشتناک قسم کی ٹکنالوجی ہے اوراس میں ترمیم واصلاح کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

[THE EVIL EYE,P:30]

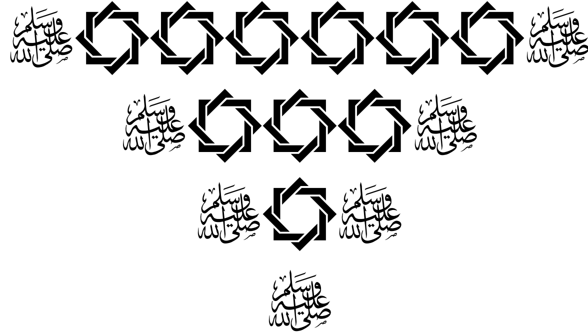
یہی مصنف[Guy Lyon Playfair] اپنی کتاب [THE EVIL EYE] لکھتا ہے کہ:

''سینما اپنی تمام برائیوں کے باوجود، اس قدر بڑے پیمانے پر نقصان دہ ثابت نہیں ہوا جتنا کہ ٹیلی ویژن نقصان دہ ثابت ہوا۔

[The Evil Eye,P:165]

الغرض''ٹی وی'' ایک ایسا آلہ ہے جس سے روحانی وجسمانی، ظاہری و

باطنی ہر طرح کے مفاسد ونقصانات پیدا ہوتے ہیں، اب ہم اس سلسلہ میں ذرا تفصیلی گفتگو کر کے، ان روحانی وجسمانی، ظاہری و باطنی نقصانات ومفاسد کا ایک جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں مغربی مفکرین ومصنفین کی تحقیقات و آراء کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے گا۔



ٹی وی اور روحانی مفاسد

ٹی وی گندگی میں غرق کرتا ہے

پروفیسر پٹریم سوروکن نے اپنی تصنیف SANE SEX ORDER میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ٹیلی ویژن کا حال اور بھی ابتر ہے، خبر وتصاویر رسانی کے اس آلہ کا اہم کارنامہ ابتک صرف یہی رہا ہے کہ ہمارے لاکھوں گھروں میں نائٹ کلبوں کا عاشقانہ وبدمستی سے بھرپور ماحول، بھدے تجارتی پروگرام اور قتل وجنس کے ڈراموں کے لامتناہی سلسلے کو پیش کیا جائے، اگر ہماری فلموں کی اکثریت، اخلاقی وسماجی انحطاط کے کھڈے کے بالائی سرے تک پہنچاتی ہے تو ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی بڑی مقدار ہمیں اس گندگی میں پوری طرح غرق کر دیتی ہے، اس لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس گندگی میں آلودہ ہوکر نکلنے پر جسمانی، اخلاقی، اور دماغی طور پر شدید گھناؤنا پن محسوس کرتے ہیں، ہم میں سے کچھ ہی اپنے کو مستعدی سے صاف کر پاتے ہیں، دوسرے کم نصیب ٹیلی ویژن دیکھنے والے اکثر اپنی سلامتی عقل کو ازسرِ نو قائم کرنے کی خواہش بھی ترک کر دیتے ہیں اور اسی زہر سے آلودہ رہتے ہیں''۔

(فریبِ تمدن ص:۱۳۷)

اس سے ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی نوعیت وکیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس حد تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس سے کس طرح افراد اور معاشرہ میں فساد و بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اب اس کی کچھ تفصیل بھی سنتے جائیے۔

بے حیائی کی اشاعت

امریکہ اور بہت سے ممالک میں جنسی آزادی و بے راہ روی کے نتیجہ میں جو شدید بحران پیش آیا ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے وہاں بہت ساری تدبیریں عمل میں لائی گئیں، مگر نتیجہ صفر نکلا، تو وہاں محفوظ جنسی عمل {Safe sex} کے عنوان سے بعض احتیاطی تدابیر اور طریقوں کو پریس اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ پھیلایا گیا تھا، اس کے بعد اس سے مزید کیا خرابی پیدا ہوئی، وہ آپ ایک مشہور امریکی رسالہ ''TIME'' کی ایک خاتون ایسوسی ایٹ اڈیٹر مارتھا سمجلس (Martha Smilgis) کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

> ''اس طرح پریس اور ٹیلی ویژن پر انسان کی جسمانی حرکات اور کنڈوم (مانعِ حمل غلاف) جیسے جنسی تحفظات کے استعمال پر مفصل مذاکرے ہونے لگے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں جنسی عمل کے طریقے عوام میں اتنے واضح ہو کر پھیل گئے ہیں کہ ایک سال پہلے ان کے اس طرح گھر گھر پھیلنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(ٹائم مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۸۷ء بحوالہ ابلاغ بابت رجب ۱۴۰۷ھ)

کوئی انتہا ہے اس بے حیائی کی؟ پھر آخر کار اس طرح گھر گھر جنسی عمل کے

طریقے پھیلنے سے جو نتیجہ برآمد ہوا ہوگا، اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اخلاقی تباہی اور تصویر

فحش تصاویر جو ''ٹی وی'' کے پردے پر دکھائی جاتی ہیں، ان کا کیا اثر اور نتیجہ ہے؟ اس کے لئے پہلے عام تصاویر کا نتیجہ دیکھ لیجئے:

امیل پورسی (Emile Pourcisy) نے جمعیتِ انسدادِ فواحش کے دوسرے اجلاسِ عام میں رپورٹ پیش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''یہ گندے فوٹوگراف لوگوں کے حواس میں شدید ہیجان واختلال برپا کرتے ہیں اور اپنے بدقسمت خریداروں کو ایسے ایسے جرائم پر اکساتے ہیں کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں پر ان کا تباہ کن اثر حدِ بیان سے زیادہ ہے، بہت سے مدرسے اور کالج انہی کی بدولت اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے برباد ہو چکے ہیں، خصوصاً لڑکیوں کے لئے تو کوئی چیز اس سے زیادہ غارت گر نہیں ہوسکتی۔

(بحوالہ ''پردہ'' مولانا مودودی ص:۶۳)

یہ عام تصاویر کا نتیجہ ہے، اب غور کر لیجئے کہ ''ٹی وی'' کی متحرک تصویروں سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہوں گے؟ چنانچہ ایک امریکن رسالہ میں امریکی تہذیب کی افسوسناک حالت، وہاں کے اخلاقی جرائم اور جنسی بے راہ روی اور جذبات کی شورش کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔

تین شیطانی قوتیں ہیں، جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ

تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں:

۱-فحش لڑیچر جو جنگِ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

۲-متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔

۳-عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار۔(بحوالہ پردہ ص:۷۹)

اور لیجئے، ڈاکٹر [Jooost Meerloo] جس کا ذکر ہم نے پہلے بھی کیا ہے، وہ بچوں پر ''ٹیلی ویژن'' کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

[It arouses precociously sexual and emotional turmoil, seducing children to peep again and again].

ترجمہ-یہ (ٹی وی) قبل از وقت بچوں کو شہوانی بنا دیتا ہے اور ان کو جھانک تانک کے لئے بہکاتے ہوئے جذباتی شورش کا شکار بنا دیتا ہے۔

(THE EVIL EYE,P;40)

یہ کسی مولوی اور ملا کی عبارتیں اور ان کے تجزیات نہیں ہیں، بلکہ مغربی ممالک کے آزاد خیال اور روشن ضمیر مفکرین کی عبارتیں و تجزیئے ہیں، جو بتاتے ہیں کہ متحرک اور غیر متحرک تصاویر کا اخلاق پر اور معاشرے پر کیا اثر ہو رہا ہے اور اس کے نتائج کس قدر خطرناک صورتِ حال کو جنم دے رہے ہیں؟ اگر اب بھی یقین نہ آئے تو دنیا میں اس کا کوئی علاج نہیں۔

فطرت سے کھلی بغاوت

ٹیلی ویژن پر مانعِ حمل اور اسقاطِ حمل کے طبی فوائد، ان کے آلات وادویات اوران کے استعمال کے طریقے جس تشریح وتفصیل سے پیش کئے جاتے ہیں،اس کا اثر ونتیجہ یہ رونما ہوتا ہے کہ نوخیز لڑکیاں ان کو جاننے کے بعد برائیوں اور فواحش میں بے دھڑک مبتلا ہوجاتی ہیں اور فطرت سے بغاوت کی مرتکب بنتی ہیں۔اور جوحرامی بچہ کی پیدائش کا خطرہ درپیش ہوتا ہے،وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر دیکھے ہوئے مانعِ حمل کے ذرائع کو اختیار کر کے دور کرلیا جاتا ہے اور اگر بدقسمتی سے حمل قرار پا گیا تو اسقاطِ حمل کی تدابیر تو معلوم ہیں۔

جج ''بن لنڈ سے'' کے اس بیان کو ملاحظہ کیجئے، وہ لکھتا ہے:

> ''ہائی اسکول کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کولڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے،ان میں صرف ۱۲۵ ایسی تھیں،جن کو حمل ٹھہر گیا تھا، باقی میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں،لیکن اکثر کو مانعِ حمل کی مؤثر تدابیر کا کافی علم تھا، یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہوچکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔

(بحوالہ پردہ ص:۸۵،)

یہی ''بن لنڈ سے'' جو ڈنور (Denver) کی عدالتِ جرائمِ اطفال کا صدر رہا ہے، امریکہ کی عام لڑکیوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں شادی کیوں کروں؟............ میں سمجھتی ہوں کہ اس زمانہ میں ہرلڑکی محبت کے معاملہ میں آزادئ عمل کا فطری حق رکھتی ہے، ہم کو مانعِ حمل کی کافی تدبیریں معلوم ہیں، اس ذریعہ سے یہ خطرہ بھی دور کیا جاسکتا ہے کہ ایک حرامی بچہ کی پیدائش کوئی پیچیدہ صورتحال پیدا کرے گی۔

(بحوالہ پردہ ص:۸۳)

اس کو پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج کے ذرائعِ ابلاغ خصوصاً ''ٹی وی'' کے ذریعہ فطرت سے بغاوت کے جذبات کس قدر جنم لے رہے ہیں اور پل رہے ہیں؟ اگر یہی صورتِ حال برقرار رہی تو پھر معاشرے کا خدا حافظ۔

معاشرتی خرابیاں اور ٹی وی

''ٹی وی'' نے معاشرہ کو جس طرح تباہ کیا ہے اس کا اندازہ ایک امریکی مصنفہ Marie Winn کے اس بیان سے ہوتا ہے جو اس نے ایک سروے اور تحقیقاتی تجزیہ کے بعد لکھا ہے:

''ٹی وی سٹ'' ایک ''Pathogen'' یعنی موجودہ دور کی سوسائٹی کی بیماریوں جیسے نا اتفاقی، سخت دلی، نفرت، و اخلاقی گراوٹ کا سرچشمہ ہے۔

(THE EVIL EYE,P;12)

اور THE EVIL EYE کا مغربی مصنف Guy Lyon Playfair، اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

’’ٹیلی ویژن نے فیملی کے توازن کو اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ سینما اور ریڈیو ایسا نہیں کر سکے‘‘۔

تعلیم میں انحطاط

ٹی وی کے مضر اور فاسد اثرات نے تعلیم کو بھی نہیں چھوڑا اور تعلیم گاہوں کے لئے ایک آزمائش بنے ہوئے ہیں، کیوں کہ اکثر بچے ’’ٹی وی‘‘ کے شوق میں اور اس انہماک کی وجہ سے پڑھنے اور اسکول حاضر ہونے میں کوئی دل چسپی نہیں لیتے اور نتیجہ افسوس ناک نکل آتا ہے، بچوں کی ’’ٹی وی‘‘ سے دل چسپی اور اس میں انہماک کا کچھ اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ رابطۂ عالم اسلامی کے ترجمان اخبار ’’اخبار العالم الاسلامی‘‘ میں مصر کے ایک سروے رپورٹ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ مصر میں ۹۱ فیصد بچے ’’ٹی وی‘‘ پر نشر ہونے والے اعلانات (اڈورٹائزمنٹ) دیکھتے ہیں، اس کے بعد لکھا ہے کہ:

’’یہ (۹۱ فی صد) کی نسبت، قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بچوں کی طرف سے تمام اوقات وایام میں اعلانات (اڈورٹائز منٹ) کا مشاہدہ کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔

(اخبار العالم الاسلامی بابت: ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ)

مزید سنئے کہ:

’’بچوں میں ۸۳% ایسے تھے جو فلمی اشتہارات کے صرف نام بتا سکے، جو ’’ٹی وی‘‘ پر دو ماہ سے زیادہ عرصہ میں دیکھے گئے، جب کہ ۶۹% بچے ایسے تھے جو فلم کے ناموں کے ساتھ تفاصیل بھی یاد رکھے ہوئے تھے جو ’’ٹی وی‘‘ پر تین ہفتوں میں آئے ہیں، اور

۲۷%، بچے ایک ہفتہ کے اندر کے فلمی اشتہار کو پوری طرح تفصیل سے یاد رکھے ہوئے تھے''۔

(اخبار العالم الاسلامی بابت: ۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ)

اور ڈاکٹر [Thomas Mulholland] نے ایک طویل تجربے اور تحقیق کے بعد برملا اس بات کا اظہار کیا کہ:

''جو بچے ''ٹی وی'' دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، وہ بیشتر، سمجھ بوجھ کے انتہائی کمزور وابتدائی درجے میں جا گرتے ہیں''۔

اور اس بات نے ڈاکٹر ملہولانڈ کو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کیا کہ:

''بچے اپنے اوقات کا بہت بڑا حصہ (ٹی وی کے ذریعہ) یہ سیکھنے میں گذارتے ہیں کہ وہ کس طرح بے توجہ ولا پرواہ بنے رہیں، گھروں میں ''ٹی وی'' دیکھنے کا یہ اثر لازمی طور پر مرتب ہوا کہ ان کی توجہ اور دھیان بہت کم درجے پر آ گیا، ڈاکٹر ملہولانڈ نے تعجب سے کہا کہ یہ ''ٹی وی'' دیکھنے کی عادت ان بچوں کی ''اسکولی ترقی'' پر کس قدر اثر انداز ہوتی ہوگی''؟

(THE EVIL EYE,P:54)

الغرض ان شواہدات وتجربات سے یہ دکھانا ہے کہ جب بچہ ان خرافات کے شوق میں یوں منہمک ومشغول ہوگا، تو اس کا خطرناک اثر، تعلیم پر ضرور ہوگا، چنانچہ چند سال قبل ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے ایک اخبار میں اسکول کے بچوں کی تعلیمی گراوٹ، ان کی تعلیم سے غفلت اور حد سے بڑھی ہوئی غیر حاضری کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ان سب کا سبب یہ ہے کہ بچے ٹی وی میں مشغول رہتے

ہیں جس کا اثر تعلیم پر پڑ رہا ہے۔

عام طور پر یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ ’’ٹی وی‘‘ دیکھنے سے علم و عقل میں ترقی اور صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے، مگر یہ بات غلط اور بے دلیل ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم شہادت لیجئے، ڈاکٹر Larry Tucker نے چار سو چھ مراہق لڑکوں کی دماغی اور جسمانی صحت کا ’’ٹی وی‘‘ دیکھنے کی عادت کے لحاظ سے جائزہ لیا اور بہت واضح نتیجہ پر پہنچا اور اس نے ٹیلی ویژن کم دیکھنے والوں کی خصوصیات پر ایک فہرست پیش کی جو اس نے ان میں پائی تھیں کہ وہ: جسمانی لحاظ سے بہت فٹ، جذبات کے اعتبار سے مضبوط، حساس، متفکر، آگے بڑھنے والے، جسمانی لحاظ سے متحرک، خود کو قابو میں رکھنے والے، عقل و دانش والے، با اخلاق، مدرسہ سے متعلق، مذہبی اور خود اعتماد تھے، بنسبت ان کے جو ان کے خلاف (ٹی وی زیادہ دیکھنے کے عادی) تھے۔

(THE EVIL EYE,P:149)

اور لیجئے، ڈاکٹر [Neil Postman] کہتا ہے کہ: ٹی وی دیکھنا نہ تو کسی قسم کی صلاحیت کو چاہتا ہے اور نہ ہی کسی صلاحیت کو ترقی دیتا ہے۔

(THE EVIL EYE,P:165)

اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جدت پسند طبقے میں جو یہ مشہور ہے کہ ٹی وی دیکھنے سے علم و عقل میں اضافہ اور صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے، یہ محض فضول اور غلط بات ہے بلکہ درحقیقت اس کی وجہ سے تو عقل و بصیرت میں کمزوری اور صلاحیتوں میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

ایک جرمن ڈاکٹر کا قول

انہی تباہ کن اثرات کی وجہ سے بعض ڈاکٹروں نے ''ٹیلی ویژن'' سے جلد سے جلد اپنے آپ کو دست بردار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف سعودی عربیہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

> '' جرمنی کے ایک ماہرِ اجتماعیات نے مختلف درس گاہوں اور اداروں کے براہِ راست، بھرپور مطالعہ کے بعد سوسائٹی اور نئی نسل پر ''ٹیلی ویژن'' کے خطرات کا گہرائی سے جائزہ لے کر کہا کہ ٹیلی ویژن اور اس کے نظام کو تباہ کردو، اس سے قبل کہ یہ تمہیں برباد کرے۔

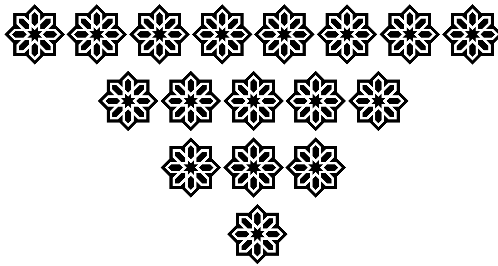
(بحوالہ: ماہنامہ التوعیہ، دہلی، نومبر ۱۹۸۸ء)

یہ مشورہ سن کر نہ معلوم مغرب زدہ لوگ اس جرمن ڈاکٹر پر کیا حکم لگائیں گے؟ غالبًا یہ فرمائیں گے کہ اس نے کسی مولوی کی صحبت میں رہ کر عقل کھودی اور دقیانوسی ہوگیا، بہرحال نتائج وعواقب سامنے ہیں، دلائل وبراہین واضح ہیں، خدا کی عطا کردہ عقل اور فہم موجود ہے، راستہ اچھا یا برا کھلا ہوا ہے اور ہر ایک اپنی پسند سے جس کو چاہے اختیار کرسکتا ہے اور اچھے برے نتائج سے اپنی جھولی بھرسکتا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ٹیلی ویژن کے ان پروگراموں کی وجہ سے لوگوں کی

بے راہ روی میں اضافہ ہوا، بے حیائیوں اور فحاشیوں میں بے پناہ ترقی ہوئی، وہ لوگ جو پہلے سینما کی حقیقت سے بھی ناواقف تھے،اس کی بدولت اس میں ملوث ہوئے ،وہ لوگ جن کے قلوب واذہان............اگر نورِ معرفت سے منور نہ تھے تو بے حیائی وفحاشی کی ظلمت سے سیاہ بھی نہ تھے............اس کے طفیل سیاہ بختیوں اور بدقسمتیوں کا شکار ہوئے، وہ معصوم بچے جن کی روح وفطرت سلامتی کی متلاشی تھی اس کی وجہ سے اپنی عصمت کھو بیٹھے، وہ نوجوان جو قوم وملت کے قائد اور رہبر بن سکتے تھے اس کی بدولت قوم کے ناہنجار افراد قرار پائے، وہ عورتیں جن کی عصمت وعفت پاک دامنی وپاک بازی پر ان کے آباواجداد کو فخر اور قبیلہ وخاندان کو ناز تھا یکلخت عصمت فروشی وبے حیائی پر اُتر آئیں، اگر یہ سب ایک حقیقت ہے ....اور بلا شبہ ایک حقیت ہے............تو پھر اس کے فساد انگیز ہونے اور تباہ کن ہونے میں کیا شبہ ہے؟



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹی.وی.اور جسمانی نقصانات

ٹی وی سے لاحق ہونے والے نقصانات کی ایک قسم وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور دوسری قسم جسمانی نقصانات کی ہے، ہم یہاں اسے کسی قدر وضاحت سے پیش کریں گے۔

❁ برقی شعاع مادہ کینسر ہے

یہ بات تقریباً تمام اطباء اور ڈاکٹروں کے نزدیک طے شدہ ہے کہ کینسر {Cancer} کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب ''برقی شعاعیں'' بھی ہیں۔

چناں چہ ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جدید'' میں مقالہ کینسر {cancer} کے مقالہ نگار نے برقی شعاعوں کو کینسر کا سبب قرار دے کر وضاحت کی ہے کہ:

''برقی شعاع ریزی کا مادۂ کینسر ہونا، بیسویں صدی میں ظاہر ہوا جب کہ ان اطباء اور ڈاکٹروں کی جلدوں میں سرطان{cancer} پایا گیا جو ایکسر{ x- rey } اور ریڈیم کو دواؤں میں استعمال کرنے کے ماہر تھے،اس وقت سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی کہ ہر قسم کی برقی شعاع ریزی جس میں الٹراوائلٹ {Altra Violet} شعاعیں بھی داخل ہیں، مادۂ کینسر کی حامل ہوتی ہیں۔

(New Encyclopedia Brittanica v:15.p:577.)

اس عبارت سے واضح ہے کہ برقی شعاعیں مادۂ کینسر کی حامل ہوتی ہیں، اسی طرح ایک خاص قسم کا کینسر جس کو''لوکائمیا''{ Leukaemia } کہتے ہیں اوراس میں سفید خلیوں کی معمولی پیدائش کی مقدار اختیار سے باہر ہوجاتی ہے، وہ بھی انہی برقی شعاعوں کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

چناں چہ''پئر'' کی سائیکلوپیڈیا میں ہے کہ:

''یہ بات معلوم ہے کہ اس قسم کا کینسر، برقی شعاع ریزی کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، جو سفید خلیوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جاپان میں ایٹمی دھماکوں میں بچنے والے اکثر لوگ بنسبت دوسروں کے نتیجۂ'' لوکائمیا'' کے شکار ہوئے ہیں، اسی طرح وہ ڈاکٹر اور نرسیں اور مریض جو زیادہ ایکسرے کا سامنا کرتے ہیں۔

(Pear's Cyclopedia,pg:p25)

ان تفاصیل کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ برقی شعاعوں کا مادۂ کینسر ہونا واضح ہوجائے۔

ٹی وی سے کینسر

اس کے بعد اصل مقصد کو عرض کرتا ہوں کہ''ٹی وی'' سے نکلنے والی برقی شعاعیں بھی اوپر پیش کردہ توضیحات کے مطابق، مادۂ کینسر کی حامل ہیں اور ڈاکٹر وں نے اس کا بھی تجربہ کر کے اس کی صراحت کی ہے۔

چناں چہ''انسائیکلوپیڈیا'' میں ایک سلسلۂ بحث کے دوران بتایا گیا ہے کہ

۱۹۵۰ء کے دوران بنائے گئے بعض رنگین ''ٹی وی سیٹ'' سے کینسر ہوا تھا۔

(Encyclopedia Brittanica 15.p 577.)

پہلے شاید یہ بات اتنی صفائی سے ثابت نہ ہوئی ہو مگر اب اس کا ثبوت پوری صفائی سے ہوگیا ہے کہ ''ٹی وی'' کی یہ برقی شعاعیں کینسر پیدا کرتی ہیں۔اس کے ثبوت کے لئے یہاں چند ڈاکٹروں کے بیانات نقل کررہا ہوں، جن سے واضح ہوجائے گا کہ یہ ''ٹی وی'' کی شعاعیں کس درجہ خطرناک ہوتی ہیں:

۱-ڈاکٹر ابن ویگمور مشہور جرنلسٹ اور عیسائی مشن کی معزز رکن ہیں، وہ اپنی کتاب{Suffer Why}میں لکھتی ہیں:

> ''سچائی تو یہ ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کی ایکسرے مشین ہے، ڈاکٹر جن ایکسرے مشینوں کا استعمال کرتے ہیں،ان میں خطرات سے بچنے کا مناسب انتظام ہوتا ہے،جبکہ ''ٹیلی ویژن'' میں اب تک ایسا کوئی انتظام نہیں ہے،ایکسرے کی کرنیں بہت مہلک ہوتی ہیں، انسان کے نازک اعضاء وجوارح پر اس کے اثرات کیسے مرتب ہورہے ہیں اس خیال ہی سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے............وہ مزید لکھتی ہیں............لڑکے اورلڑکیاں ''ٹی وی سیٹ'' کے سامنے بیٹھ کر پروگرام دیکھتے ہیں، امریکہ کے ''بوسٹن'' نامی شہر میں صرف ایک ہسپتال میں خونی کینسر کے شکار چھ سولڑکے و لڑکیاں زیرِ علاج ہیں۔

(بحوالہ ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات مرتبہ مولانا اقبال قاسمی:۱۱)

۲-ڈاکٹر گروڈ بے لکھتا ہے کہ:

''سیاہ سفید {Black & White} ''ٹیلی ویژن'' سیٹ میں ۱۹ کلو والٹ اور رنگین ''ٹی وی''میں ۲۵ ؍کلو والٹ تک ٹیوب ہوتی ہے، شروع میں ۱۶؍کلو والٹ والی ایکسرے مشین بھی ان کا استعمال کرنے والے ٹکنیشین کے جسموں میں کینسر کا کیڑا پیدا کر دیتی تھی۔

(ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات: ص ۱۱)

اندازہ کیجئے کہ جب ۱۶؍کلو والٹ کی ایکسرے مشین بھی کینسر پیدا کر دیتی ہے، تو ٹیلی ویژن جو ۱۹اور ۲۵ ؍کلو والٹ کے ہوتے ہیں، وہ کیا کچھ تباہی نہ مچاتے ہوں گے؟

۳-عکسی تصویر کے مشہور ماہر ڈاکٹر آمل کروب نے شیگا گو، امریکہ کے ایک ہسپتال میں جان کنی کے عالم میں نہایت تلخی کے ساتھ یہ تاکید کی ''گھروں میں ''ٹیلی ویژن'' کا وجود ایک جان لیوا کینسر کی مانند ہے جو بچوں کے جسموں میں رفتہ رفتہ سرایت کرتا ہے۔

(ماہنامہ التوعید بابت نومبر ۱۹۸۸ھ مضمون شیخ عبداللہ بن حمید)

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سعودی عربیہ نے اسی ''ڈاکٹر آمل کروب'' کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''یہ ڈاکٹر خود بھی ٹیلی ویژن کی شعاعوں سے پیدا شدہ مہلک مرض کینسر کا شکار تھا، اس کی وفات سے پیشتر کینسر کے جراثیم کے استیصال کے لئے چھیانوے دفعہ اس کا سرجری آپریشن کیا گیا مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیوں کہ یہ مرض اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا اور اس

کا بازو نیز چہرہ کا کافی حصہ کٹ کر گر گیا تھا۔ (ایضاً)

ان تفصیلات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ''ٹی وی'' کی شعائیں اور کرنیں نہایت درجہ مہلک اور مادہ کینسر کی حامل ہیں۔

ٹی وی سے دیگر نقصانات

یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ ''ٹی وی'' سے اور بھی جسمانی نقصانات ہوتے ہیں: مثلاً بعض ڈاکٹروں کے تجربات نے پتہ دیا ہے کہ ''ٹی وی'' دیکھنے سے فالج کا اثر ہوتا ہے، نیز بعض تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شعاعوں سے آنکھوں کی بینائی پر نہایت مضر اور خطرناک قسم کے اثرات پڑتے ہیں۔

۱- ڈاکٹر ایچ بی شوبن کا تجربہ ہے کہ:

''ایک حاملہ کتیا پر دو ماہ تک ٹیلی ویژن کی شعائیں پڑنے دیں، اس کے بعد کتیا نے چار بچوں کو جنم دیا، یہ چاروں بچے فالج زدہ تھے اور ان میں تین تو اندھے بھی تھے۔

(ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات ص:۱۲)

۲- ایک اور شخص نے دو طوطے خریدے، طوطے کا پنجرہ ''ٹی وی سیٹ'' کے سامنے رکھ دیا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ طوطوں کے پیر بیکار ہوگئے۔

(ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات ص:۱۲)

ان تجربات سے واضح ہوتا ہے کہ ''ٹی وی'' کی شعاعیں جسمانی صحت کے لئے بھی تباہ کن اور خطرناک اور کئی کئی قسم کی مہلک بیماریوں کو جنم دینے والی ہیں۔

❁ ٹی وی کے فضائی اثرات

ان سب کے علاوہ مزید خطرناک بات یہ ہے کہ ٹی وی سے نکلنے والے مادے جو اوپر جاتے ہیں اور فضا میں پھیل جاتے ہیں، وہ نہایت درجہ مہلک وخطرناک ہوتے ہیں۔ ''روزنامہ مسلمان'' مدراس نے مورخہ ۵/اگست ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ:

''رپورٹ میں بتلایا گیا ہے کہ گھریلو الیکٹرانکس مثلاً ٹی وی وغیرہ سے جو زہریلے مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں وہ نیو کلیائی تجربہ گاہ پر بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵/گنا زیادہ خطرناک ہوتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' سے کس قدر نقصان اور فساد ہو رہا ہے۔

❁ ٹی وی کمپنیوں کا ایک جھوٹ

یہاں یہ وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ ''ٹی وی'' میں ایک کنٹرولر (Controller) ہوتا ہے جو ''ٹیلی ویژن'' سے خارج ہونے والے مادوں اور فاسد اثرات کو روک لیتا ہے، یہ بات سراسر غلط و بے بنیاد ہے، چنانچہ ڈاکٹر آمل کروب جن کا اوپر تذکرہ آیا ہے انہوں نے اپنی موت سے قبل بیان دیتے ہوئے کہا کہ:

''ٹی وی کمپنیوں کا یہ کہنا ہے کہ ''ٹی وی'' کے اندر ایک کنٹرولر ہوتا ہے جو اس میں فٹ کر دینے کے بعد اس کی شعاعی تأثیر کو روک کر

بے ضرر بنا دیتا ہے، یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے کیوں کہ تجربات بتاتے ہیں کہ یہ شعاع خواہ کتنی بھی مقدار میں ہو جسم کے لئے بہر حال نقصان دہ ہے''۔(ماہنامہ التوعیہ بابت نومبر ۱۹۸۸ء)

ڈاکٹر آمل کروب کا کہنا ہے کہ:

''ٹیلی ویژن''اور عکسی فوٹو گرافی میں استعمال ہونے والی ایٹمی شعاعیں موٹی سے موٹی دیواروں کے پردے بھی چاک کر ڈالتی ہے''۔

(ماہنامہ التوعیہ دہلی بابت نومبر۔۱۹۸۸ء)

غور کیجئے کہ موٹی سے موٹی دیواروں کے پردے چاک کردینے والی شعاعیں جسم انسانی میں کس قدر اثر انداز ہوتی ہوں گے اور اس کا کیا حال بنا دیتی ہوں گی؟

دیدۂ عبرت نگاہ سے

اوپر کی توضیحات وتفصیلات سے یہ بات واشگاف ہوگئی کہ T.V سے ایک طرف روحانی وباطنی خرابیاں، اخلاقی کمزوریاں اور معاشرتی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں اور دوسری طرف جسمانی وظاہری نقصانات بھی ہورہے ہیں، ان امور کا تقاضا ہے کہ ہم اس برائی سے رک جائیں ورنہ خدائی عذابات کا مزہ چکھنا پڑے گا، جیسا کہ بعض جگہ اس کے نتیجہ میں خدائی عذاب کا تماشا کھلی آنکھوں سے دیکھا گیا ہے یا کسی اور ذریعہ سے معلوم کرایا گیا ہے، تاکہ لوگ دیدۂ عبرت نگاہ

سے دیکھیں، اور عبرت حاصل کریں، یہاں دو واقعے نقل کئے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی کے حوالے سے ''تعمیر حیات'' لکھنو میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ دو دیندار اور نہایت گہرے دوست تھے، ایک جدہ میں رہتا تھا، دوسرا ریاض میں، ریاض والے دوست کے گھر والوں نے کہا کہ وہ ''ٹی وی'' لے آئے، اس نے ان کے اصرار پر ''ٹی وی'' خرید لیا، کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہو گیا، جدّہ والے دوست نے اس کو خواب میں تین مرتبہ دیکھا، ہر مرتبہ اس کو عذاب میں گرفتار پایا۔ اور اس نے اپنے جدہ والے دوست کو خواب میں بتایا کہ مجھے یہ عذاب ٹی وی کی وجہ سے ہو رہا ہے، تم میرے گھر والوں سے جا کر کہو کہ وہ گھر سے ''ٹی وی'' نکال دیں، کیوں کہ وہ ٹی وی سے مزے لیتے ہیں اور میں عذاب دیا جاتا ہوں، کیوں کہ وہ ''ٹی وی'' میں نے ہی گھر میں لاکر رکھا تھا جدہ والا دوست جہاز کے ذریعہ ریاض گیا اور گھر والوں کو واقعہ سنایا، گھر والے رونے لگے، اس کا بڑا بیٹا اٹھا اور غصہ میں ٹی وی اٹھا کر پٹخا، ٹی وی سیٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، لہذا اس کو پھینک دیا گیا، جدہ والا دوست پھر چلا آیا، اس نے پھر اپنے دوست کو خواب میں دیکھا کہ اب وہ اچھی حالت میں ہے اور وہ اس دوست کو دعا دے رہا ہے، اللہ تجھے بھی نجات دے جیسا کہ تو نے میری پریشانی دور کرائی۔

(تعمیر حیات لکھنؤ بابت ۱۰؍جنوری ۱۹۹۱ء)

نوٹ- اسلام میں خواب اگرچہ حجت نہیں ہے لیکن شرع کے خلاف نہ ہو اور عقل بھی اس کی نفی نہ کرتی ہو، تو یہ اس کے صحیح ہونے کا امکان ہے، کبھی اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اس طرح کی بات خواب میں دکھا دیتے ہیں، اس لئے اس کو

جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسرا عبرت ناک واقعہ

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' پاکستان نے اپنے شمارہ نمبر ۱۸ جلد نمبر ۷ میں یہ عبرت ناک واقعہ شائع کیا ہے کہ رمضان المبارک میں افطاری سے ذرا پہلے ماں نے بیٹی سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کے لئے تیاری کرو، بیٹی نے کہا کہ مجھے ''ٹی وی'' پروگرام دیکھنا ہے، دیکھنے کے بعد کام کروں گی، یہ کہہ کر وہ چھت پر کمرے میں گئی اور اندر سے دروازہ بند کرلیا تا کہ ماں زبردستی کام کے لئے اٹھا کر نہ لے جائے، جب کافی دیر ہوگئی، مرد بھی گھر آ گئے، ماں آواز دیتی رہی مگر بیٹی نے ایک نہ سنی، افطاری کے بعد ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز نہ آئی، اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا، انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ لڑکی مرکر اوندھے منہ پڑی ہوئی ہے، جب اٹھایا تو اندازہ ہوا کہ وہ زمین سے چمٹی ہوئی ہے، اٹھتی نہیں، سب اٹھا کر تھک گئے، آخر کسی نے کچھ خیال کر کے جو ''ٹی وی'' سیٹ کو اٹھایا تو لڑکی بھی حرکت کرنے لگی، اندازہ ہوا کہ ''ٹی وی'' اٹھائیں تو لڑکی بھی اٹھتی ہے ورنہ نہیں، آخر انہوں نے لڑکی کے ساتھ ''ٹی وی'' کو بھی اٹھایا اور نیچے لائے اور غسل وکفن دیا، جب جنازہ اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھا، لہٰذا ٹی وی کے ساتھ جنازہ اٹھالائے اور قبرستان لے گئے، دفن کے بعد جب ''ٹی وی'' کو گھر لانے کے لئے اٹھایا تو اس کے ساتھ میت بھی قبر کے باہر نکل پڑی، آخر مجبور ہو کر اس لڑکی کے ساتھ ''ٹی وی'' کو بھی دفن کر دیا۔

(بحوالہ چار فتنے اور ان کا شرعی حکم ص:۹۔۱۰)

نـوٹ: حدیث میں ہے کہ " **المرء مع من احب**" کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسکو محبت تھی، اس حشر کے منظر کو یہیں اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کردیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کرلیں، پس اے" **اولی الابصار**" عبرت حاصل کرو۔

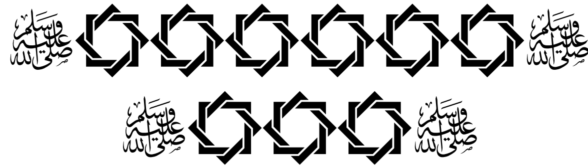
انتباہ

علم وعقل اورفن وتجربہ کی روشنی میں، بحمد اللہ تعالیٰ ''ٹیلی ویژن'' کا انسانیت واخلاق، روحانیت وایمان، نیز جسم وبدن کے لئے خطرناک، تباہ کن اور فسادانگیز ہونا ثابت ہوگیا۔

مسلمانو! اب غور کرو کہ ہم کو اس خطرناک وتباہ کن چیز سے دور نہیں رہنا چاہئے؟ اوراس کو کیا اپنے گھروں سے نکالنا نہیں چاہئے؟

بلا شبہ اس کو اپنے گھروں سے نکالنا چاہئے اوراس سے کوسوں دور رہنا چاہئے، اسی میں ہماری بھلائی، خیریت، نجات وفلاح مضمر ہے اور دنیوی واُخروی زندگی میں اسی سے سکون ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس خطرناک چیز سے بچنے کی توفیق دے اوراپنی مرضیات پر چلائے۔(آمین)



باب چہارم

ٹی.وی.کے بارے میں فقہی احکام

ہم اس باب میں ''ٹی وی'' کے بارے میں پوچھے جانے والے سوالات، یا ان سوالات کا جواب دیں گے جو اس سلسلہ میں پوچھے جاسکتے ہیں۔

ٹی وی کی خرید وفروخت

سوال- ''ٹی وی'' کی خرید وفروخت کا شرعاً کیا حکم ہے، کیا اس کا خریدنا جائز ہے، اسی طرح کیا اس کو فروخت کرنے کی اجازت ہے؟ نیز اس بارے میں کیا اس میں کوئی فرق ہے کہ ایک آدمی اپنے ذاتی استعمال (مثلاً گھر یا دکان پر رکھنے) کے لئے خریدے اور ایک آدمی اس کا کاروبار کرنے کے لئے خریدے؟

الجواب - سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شریعت میں کسی ایسی چیز کا خریدنا اور بیچنا جائز نہیں جو ناجائز ہو، کیوں کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ جو چیز حرام وناجائز ہو، اس کی اشاعت وتشہیر، اس کے بارے میں کسی کا تعاون وامداد وغیرہ امور سے کلیۃً پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ حرام وناجائز چیز

لوگوں میں عام ہوگی اوراس کی بناپرلوگ اس میں ملوث ہوں گے۔

جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب اس پر نظر کیجئے کہ ''ٹی وی'' مختلف حیثیتوں سے حرام و نا جائز ہے (جس کی تفصیل اصل رسالے میں ملاحظہ کیجئے) ایک تو اس میں تصویر ہے جو کہ نا جائز ہے، دوسرے اس میں جو پروگرام نشر کئے جاتے ہیں، ان میں بعض بے حیائی وفحش اور جرائم وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں، جن سے ایک انسان کا متأثر ہونا فطری امر ہےاوراس کی وجہ سے اس کا محرمات میں ابتلاء بھی تقریباً یقینی یا کم ازکم محتمل ضرور ہے،اسی طرح ''ٹی وی'' سے جسمانی و روحانی بےشمار مفاسد وخرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور نہ صرف افراد کو بلکہ معاشرے کو فاسد کردیتی ہیں۔اس لئے جیسا کہ عرض کیا گیا اس کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔

بعض لوگ ان سب باتوں سے صرفِ نظر کر کے اس کی بعض مفید خبروں اور کچھ اچھی باتوں کی وجہ سے اس کو حلال ومباح قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، یہ بات فقہی اصول ومزاج کے سراسر خلاف ہے، کیوں کہ جب کسی چیز میں حلال و حرام کا اجتماع ہوتو حرمت کو ترجیح دینا ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔علامہ ابن نجیم المصریؒ نے لکھا ہے: اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام (الاشباہ والنظائر:۳۳۵/۱)، غرض یہ کہ ''ٹی وی'' ناجائز ہےاور جب وہ ناجائز ہےتو اس کا خریدنا اور بیچنا سب ناجائز ہے۔

پھر یہ خریدنا اور بیچنا خواہ اس آدمی کی طرف سے ہو جو مستقل اس کا کاروبار کرتا ہے یا اس کی جانب سے ہو جو اتفاقاً خرید یا بیچ رہا ہے، ہرصورت میں یہ ناجائز

ہے ۔مثال کے طور پر کوئی شخص اپنے گھر یا دکان کے لئے خریدتا ہے تو بھی ناجائز ہے اور اگر کوئی اس کا کاروبار کرتا ہے اس لئے اس کو اپنی دکان میں رکھ کر فروخت کرنے کے لئے خریدتا ہے تب بھی ناجائز ہے۔

ہاں ان دو میں یہ فرق ہوسکتا ہے کہ جو اپنے ذاتی استعمال کے لئے خرید رہا ہے وہ صرف اپنے گناہ کا ذمہ دار ہوگا اور جو اس کا کاروبار کرنے کے لئے خرید رہا ہے، وہ اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ جن جن لوگوں کو اس گناہ میں ملوث ہونے کا موقعہ فراہم کرے گا، ان کے گناہ کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ:

مَنْ سَنَّ فِيْ الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مَنْ بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

(مسلم ۱۶۹۱، ترمذی: ۲۵۹۹، نسائی: ۲۵۰۷)

ترجمہ- جو شخص دین اسلام میں کوئی بری بات جاری کرے، اسے اس کا اور اس پر اس کے بعد عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا، ان کے گناہوں میں سے کچھ کم کئے بغیر۔

لہذا ''ٹی وی'' خریدنا اگر دوسروں کو فروخت کرنے کے لئے ہو تو اس حدیث کی روشنی میں اس کو پہلے شخص سے زیادہ گناہ ہوگا۔(**واللہ اعلم و علمه اتم واحکم**)

ٹی وی کی مرمت

سوال-میں ''ٹی وی'' کی مرمت کرتا ہوں اور میں اسی کام کو جانتا

ہوں، کیا اسلام میں اس کام کی اجازت ہے؟ اور اگر نہیں تو میں کیا اس کام کو چھوڑ دوں؟ اس بارے میں میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب- ''ٹی وی'' چوں کہ ناجائز ہے، اس لئے اس کی مرمت کا کام بھی ناجائز ہے، شریعت اسلامیہ نہایت لطیف المزاج ہے، اس لئے وہ کسی حال میں بھی اس کی گنجائش نہیں دیتی کہ جو چیز ناجائز ہے اس کو دنیا میں فروغ ہو اور اس کیلئے راہیں ہموار ہوں اور ظاہر ہے کہ ''ٹی وی'' کی مرمت کا کام جب کوئی کرے گا تو ''ٹی وی'' کا رواج ختم نہیں ہوگا بلکہ اس رواج میں مدد ملے گی، اس لئے جو چیز شرعاً ناجائز ہو اس کی مرمت کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

یہاں بطورِ افادہ ایک بات عرض کر دینا مناسب ہوگا، وہ یہ کہ آلات تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن کا استعمال طاعت ونیکی یا جائز کاموں کے لئے مخصوص ہے، دوسرے وہ جن کا مقصد اور منشأ یا ان کا استعمال صرف اور صرف برائی اور غلط کاری کے لئے ہوتا ہے اور تیسرے وہ جو طاعت و نیکی اور برائی و غلط کاری دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم کے آلات کا حکم واضح ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے اور ان کی مرمت وغیرہ کا کام بھی درست ہے۔ اور دوسری قسم کے آلات کا حکم یہ ہے کہ ان کا استعمال ناجائز ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے اور ان کی مرمت وغیرہ بھی ناجائز ہے، کیوں کہ یہ صرف اور صرف ناجائز کاموں کے لئے مخصوص ہیں اور تیسری قسم کے آلات کا حکم یہ ہے کہ ان کا استعمال نیکی و طاعت یا جائز کاموں کے لئے ہو تو جائز ہے اور ناجائز

کاموں کے لئے ہوتو ناجائز ہے، اور اس قسم کے آلات کی خرید وفروخت اور مرمت وغیرہ کا کام جائز ہے اور اگر ان کو کسی نے ناجائز کام کے لئے استعمال کیا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، کیوں کہ ان کا استعمال جائز کاموں کے لئے بھی ہوتا ہے اور ناجائز کاموں کے لئے بھی، تو ہر آدمی خود اپنے کئے کا ذمہ دار ہوگا۔

اب آیئے اس مسئلہ کی جانب جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، یعنی ''ٹی وی'' کی مرمت، ہم جب اس آلہ پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ عموماً غلط اور شرعاً ناجائز کاموں کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے میں اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے، کیوں کہ اس کے ہر پروگرام میں کم از کم جاندار کی تصاویر تو ہوتی ہیں جو کہ اسلام میں ناجائز ہیں، اور اس کے بغیر کوئی پروگرام ہوتا ہی نہیں، جب اس کا استعمال صرف اور صرف ناجائز کاموں کے لئے ہے تو اس کی مرمت اور خرید وفروخت کا حکم معلوم ہوگیا کہ ناجائز ہے۔ اور اس اصول سے ریڈیو کی مرمت کا اور اسی طرح کمپیوٹر کی مرمت کا حکم معلوم ہوگیا کہ یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ آلات ایسے ہیں جن کو دونوں طرح کے کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی خرید وفروخت بھی جائز اور ان کی مرمت کا کام بھی جائز ہے، ہاں اگر کسی نے ان کا استعمال غلط کام کے لئے کیا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، بیچنے والا یا مرمت کرنے والا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کی مرمت کا کام کرنا اسلام کی رو سے جائز نہیں، اس لئے آپ کو چاہئے کہ اس کام کو ترک کر کے کوئی جائز کام تلاش کریں،

تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں اور اس کی ناراضی سے بچ سکیں۔(واللہ اعلم)

وی سی آر کا حکم

سوال: آج کل ''وی سی آر'' کا رواج اس قدر ہو گیا ہے کہ کوئی تقریب اس سے خالی نہیں ہوتی، کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اور کیا ''ٹی وی'' کے حکم میں اور اس کے حکم میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا حکم ایک ہے؟

الجواب- پہلے ایک بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے، وہ یہ کہ ''وی سی آر'' کا ایک حکم فی نفسہ ہے اور ایک اس کے عوارض کے لحاظ سے ہے، جہاں تک اس کا فی نفسہ حکم ہے، وہ یہ ہے کہ ''وی، سی، آر'' میں اگر جاندار کی تصویر ہو تو اس کا رکھنا اور دیکھنا ناجائز ہے کیوں کہ یہ تصویر ہے اور اسلام میں جاندار کی تصویر حرام و ناجائز ہے اور اگر اس میں تصویر جاندار کی نہ ہو تو اس کا رکھنا اور دیکھنا جائز ہے۔

اور عوارض کے اعتبار سے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ آج کل جاندار کی تصویر کے بغیر کون ''وی، سی، آر'' رکھتا ہے؟ جو بھی رکھتا اور دیکھتا ہے، وہ جانداروں اور بالخصوص انسانوں کی تصویر ہی کے لئے رکھتا اور دیکھتا ہے، اس لئے ''ٹی وی'' میں اور ''وی، سی، آر'' کے حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ ''وی سی آر'' کا استعمال ''''ٹی وی'' سے بھی زیادہ خبائث اور برائیوں کے لئے ہوتا ہے، اس کے ذریعہ ہر قسم کی فحش فلمیں اور گندی سے گندی باتیں دیکھی جا سکتی ہیں اور دیکھی جاتی ہیں، اس لئے یہ ''وی سی آر''

''ٹیلی ویژن'' کی بنسبت حرمت میں اور زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ نیز شادی بیاہ کی تقریبات اور دیگر مراسم کے مواقع پر اس کا استعمال اس قدر بے پردگی اور بے حیائی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کو کوئی صحیح الدماغ آدمی (مؤمن تو کجا) اسلام کے نقطۂ نظر سے جواز کی فہرست میں ہرگز شمار نہیں کرسکتا۔

الحاصل۔ ''وی سی آر'' جن مقاصد اور جس انداز سے استعمال ہوتا ہے اس کے پیش نظر اس کی حرمت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ (**و اللہ اعلم**)

گھر میں ٹی وی رکھنا

سوال: اسلامی نقطۂ نظر سے ''ٹی وی'' کا گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہم اس کا استعمال نہ کریں، بلکہ صرف اس کو گھر میں رکھنا چاہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ''ٹی وی'' کا خریدنا، بیچنا، رکھنا سب ناجائز ہے، جب خریدنا ہی ناجائز ہوگیا تو رکھنے کا جواز کیسے ہوسکتا ہے؟ ثانیاً اگر خریدنے کی اجازت بھی ہو، تب بھی اس کا رکھنا اس لئے جائز نہ ہوگا کہ یہ چیز ایسی ہے کہ اگر اس کو یوں ہی رکھا جائے، تب بھی یہ امکان ہے کہ کوئی گھر کا فرد یا اور کوئی شخص اس کا استعمال کر کے ناجائز کام کا ارتکاب کر بیٹھے اور رکھنے والے اس کا ذریعہ وسبب بن جائیں، چناں چہ بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ گھر میں ''ٹی وی'' رکھا گیا اور رکھنے والا تو اس سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے مگر گھر کے بچے یا عورتیں یا کوئی آنے جانے والا اس کو استعمال کرتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ بالفعل چاہے حرام وناجائز کام میں مصروف نہ ہو لیکن بالقوہ یہ ناجائز کام میں مصروف ومشغول شمار کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص شراب

اپنے گھر میں لاکر رکھے اور استعمال نہ کرے، تب بھی اس کی اجازت نہ ہوگی، کیوں کہ یہ شراب اگر چہ فی الحال استعمال میں نہیں آرہی ہے لیکن اس کا امکان ضرور ہے کہ کسی اور وقت، کسی اور کی طرف سے استعمال میں لائی جائے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ہمارے کسی عمل سے برائی کو فروغ ملے یا کسی کے برائی میں مبتلا ہونے کا خدشہ اور امکان ہوتو ہمارا وہ عمل بھی ناجائز ہوجاتا ہے۔اس لئے ''ٹی وی'' خواہ دیکھنے کے لئے ہو یا نہ ہو، اس کا رکھنا جائز نہ ہوگا، بلکہ ہر صورت میں یہ ناجائز ہوگا۔(**واللہ اعلم**)

ٹی وی پر نیوز

سوال–ٹی وی پر نیوز دیکھنا کیسا ہے؟ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ''ٹی وی'' کے ذریعہ ہی آجکل دنیا کی خبریں معلوم کی جاسکتی ہیں اور آج کی زندگی کا یہ بھی ایک جزء بن گیا ہے اور اس کے بغیر دنیا کی صحیح حالت وکیفیت معلوم نہیں ہوتی؟

الجواب–اس میں شک نہیں کہ اسلام کی نظر میں نیوز NEWS سننا اور دنیا میں ہونے والے احوال وکوائف کا معلوم کرنا جائز ہے اور بعض اوقات اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ ملی مسائل پیش آجائیں، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ کسی بھی کام کو انجام دینے کے لئے ایسا راستہ وطریقہ اختیار کرنا چاہئے جو اسلام کی نظر میں مخدوش نہ ہو۔

مثلاً ایک آدمی کسی کی مدد ونصرت کرنے کے لئے ظاہر ہے کہ چوری اور ڈکیتی تو کرنہیں سکتا، اگر کوئی شخص کسی کی مدد کے لئے یہ حرکت کرے، تو کوئی عقل مند انسان اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس سے یہی کہا جائے گا کہ کسی کی مدد و نصرت کرنا تو بہت اچھی بات ہے مگر یہ کام چوری اور ڈکیتی کے ذریعہ انجام دینا اسی

قدر بدترین کام ہے۔

اب اس پر غور کیجئے کہ جب مدد ونصرت بہترین کام ہے تو اس کو انجام دینے کے لئے چوری وڈکیتی کرنا بدترین کام کیوں ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ کسی کی مدد ونصرت تو اچھا کام ہے مگر اس کو انجام دینے کے لئے جس کام کو ذریعہ بنایا گیا ہے، وہ کام بجائے خود بدترین کام ہے، اور شرعاً اور عرفاً دونوں طرح ناجائز ہے، جب یہ واضح ہوگیا تو اب اصل مسئلہ پر غور کیجئے، کہ ایک آدمی اگر دنیا اور اہلِ دنیا کے احوال وکوائف معلوم کرنے کے لئے ''ٹی وی'' کو استعمال کرتا ہے تو یہ بھی وہی صورت ہے کہ ایک ''جائز کام'' کے لئے ایک ''ناجائز'' کام کو ذریعہ بنایا گیا ہے، اور ''ٹی وی'' کا ناجائز ہونا ہم نے اپنے رسالے میں تفصیل کے ساتھ بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ ثابت کردیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات پر بھی غور کرنا چاہئے، وہ یہ کہ خبر NEWS کا تعلق تو کانوں سے ہے نہ کہ آنکھوں سے، اس لئے اگر کسی کو اخبار معلوم کرنے کا شوق ہو تو اس کام کے لئے ریڈیو، نیز جرائد ورسائل اور اخبارات سے کام لیا جاسکتا ہے، اس کے لئے ''ٹی وی'' ہی کیا ضروری ہے؟ اور آخر نیوز سننے کے لئے آنکھوں سے کام لینا چہ معنے دارد؟

جب بات آہی گئی ہے تو ایک اور بات بھی سنتے چلئے، وہ یہ کہ اکثر وبیشتر لوگ ''ٹی وی'' کے ذریعہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل بات پر توجہ نہیں دیتے بلکہ صورتوں کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اصل مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اور بعض ماہرین نے ایک بہت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے، ان کا

کہنا ہے کہ:

”ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ پروان چڑھنے کے لئے تنہائی وخلوت، اندرونی غور وفکر اور مباحثہ اور بار بار سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے اور ”ٹی وی“ دیکھنا ان سب پر روک لگا دیتا ہے اور دماغ کو بڑی آسانی کے ساتھ اس بات کے لئے تیار کرتا ہے کہ ادھر ادھر کی جمع کرے اور گھسی پٹی باتوں اور نظریات پر ہی غور وفکر کرتا رہے۔

{ THE EVIL EYE,P:41}

اس سے معلوم ہوا کہ ”ٹی وی“ دیکھنے کا جو اصل مقصد ہے وہ حاصل ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس سے یہ نقصان ہے کہ انسان کے اندر ”بڑھنے اور آگے جانے کا جذبہ“ ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف اس سے کچھ ”دیکھ اور سن“ لینے اور ”معلومات میں اضافہ“ کر لینے پر اکتفاء کر بیٹھتا ہے۔ چناں چہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ”ٹی وی“ کی خبریں سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں ان کا کام صرف یہ رہ جاتا ہے کہ بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتوں پر تبصرے کرتے رہیں، رہی کچھ کرنے کی بات تو وہ ان میں پیدا ہی نہیں ہوتی اور کیوں کر پیدا ہو جبکہ یہ لوگ محض شوقیہ دیکھتے اور سنتے ہیں؟ اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ ”ٹی وی“ آج کی ایک ضرورت ہے اور یہ کہ اس کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ اسی سے ہمیں خبریں وغیرہ بہت سی مفید وضروری باتیں معلوم ہوتی ہے۔

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ یہ محض خام خیالی ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ آج بھی بہت سے لوگ اس کے بغیر زندگی کر رہے ہیں ،اگر اس کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی تھی تو ان کی زندگی اس کے بغیر کس طرح ہو رہی

ہے؟ آج حالت یہ ہے کہ لوگوں نے نہ معلوم کتنی بےضرورت بلکہ ناجائز چیزوں کو ضروریاتِ زندگی میں داخل کرلیا ہے، مگر کیا کوئی ہوش منداس طرزِ عمل سے یہ اخذ کرسکتا ہے کہ یہ سارے بےضرورت اور فضول کام اور یہ ناجائز چیزیں لازمۂ زندگی ہیں؟ اور کیا اس کا یہ اخذ کرنا ہوشمندی کی علامت قرار دی جائے گی یا اس کو بےوقوفی کا نام دیا جائے گا؟ اسی طرح سوچئے کہ ''ٹی وی'' سے کوئی معتد بہ فائدہ متعلق نہیں اور پھر شرعی لحاظ سے بھی یہ ناجائز ہے، اس کو اگر لوگوں نے اپنی زندگی کا لازمہ بنالیا ہو تو اس سے اصل مسئلہ پر کیا فرق پڑسکتا ہے؟ اور اس کی وجہ سے یہ کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

الحاصل ''ٹی وی'' کے ذریعہ نیوز دیکھنے کی نہ شرعاً اجازت ہے اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہے، بلکہ ماہرین کے مطابق اس سے آدمی کے اندر کے کچھ جذبات، بیکار ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اس سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ (واللہ اعلم)

مسلمانوں کا ٹی وی چینل

سوال: ایک سوال عرضِ خدمت ہے کہ ''ٹی وی' آج کل ہر طبقے اور مسلک کے لوگ استعمال کرتے ہیں اور جو باطل فرقے ہیں وہ اس کے ذریعہ اپنے اپنے مذہب کا پرچار بھی کرتے ہیں، اسی طرح قادیانی لوگوں کا بھی مستقل چینل اپنے باطل عقائد ونظریات کی اشاعت کررہا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ہم اگر اس کے ذریعہ اسلام کی نشر واشاعت اور تبلیغ کریں اور اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک چینل ہو تو کیا اس مقصد کے لئے اس کی اجازت ہوگی؟

الجواب: اس مسئلہ پر ہم نے ہمارے رسالے ''ٹیلی ویژن'' میں ذرا

وضاحت سے لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اور عقلاً بھی یہ بات مسلم ہے کہ کسی چیز میں فائدہ ہونا جواز کے لئے کافی نہیں، بلکہ جواز کی اہم شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہ ہو یا کم از کم یہ کہ معتد بہ نقصان نہ ہو، اسی لئے شریعت میں بہت سی چیزیں فائدہ ہونے کے باوجود ناجائز ہیں، کیوں کہ ان میں فائدہ کے ساتھ کچھ نقصان بھی ہے، شراب اور جوے میں فائدہ ہونا تو قرآن میں مصرح ہے مگر اس کے باوجود اسلام میں اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے، ''ٹی وی'' کو اگر اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے استعمال کریں گے، تو اس سے ہوسکتا ہے وہ فائدہ مرتب ہو جو آپ نے بیان کیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں گناہ بھی شامل ہوگا کیوں کہ اس میں جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں اور جاندار کی تصاویر جمہور علماءِ امت کے نقطۂ نظر کے مطابق اسلام میں ناجائز ہیں اور ظاہر ہے کہ ناجائز کام کے ذریعہ اسلام کی اشاعت جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ''ٹی وی چینل'' کی بات اُٹھانا ہے تو سب سے پہلے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ اور ظاہر ہے کہ جمہور امت کے نقطۂ نظر کو چیلنج کرنا کسی کے لئے آسان نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''ٹی وی'' کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ واشاعت ہوسکتی ہے جیسے اور مذاہب کے لوگ یہ کام کررہے ہیں، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ جو کریں ہم بھی وہی کیا کریں؟ آج جدت پسند طبقے کی سوچ اور فکر کی پرواز یہ ہے کہ وہ غیروں کی نقالی

اور تقلید کو سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں اور اس کی ہر ایک کو دعوت بھی دیا کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر واقعی اسلام کی محبت اور عظمت کا لحاظ ہے اور اسی کو سرمایۂ نجات و فوز وفلاح خیال کرتے ہیں تو اولاً جائز ذرائع کو تو اس کے لئے استعمال کرو اور اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگادو، مگر عجیب بات ہے کہ ہم نے اولاً تو جائز ذرائع سے ہی اس کی کوشش نہیں کی کہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ کریں اور اس کے پیغام کو عام کریں، پھر غیر شرعی ذرائع کا سوال چہ معنے دارد؟

اصل یہ ہے اسلام کا سادہ سا طریقہ جس قدر اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے مفید و با آور ہے، یہ غیر شرعی طریقے اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اس لئے اگر اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا ذوق وشوق ہو تو اولاً ان شرعی اور جائز ذرائع کو استعمال میں لایئے اور دیکھئے کہ اس کی وجہ سے کیا فوائد ونتائج مرتب ہوتے ہیں؟ اگر یہ سارے ذرائع آپ کی نظر میں ناکام ثابت ہوں (مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا) اور ان سے وہ نتائج وفوائد مرتب نہ ہوں جو آپ چاہتے ہیں، تب سوال کیجئے کہ اس صورت میں کیا ہم ''ٹی وی چینل'' خرید کر اس سے اسلام کی تبلیغ کریں؟

غرض یہ کہ مسلمانوں کے ''چینل'' کی بات کوئی قابلِ اعتناء نظر نہیں آتی، اس لئے اس کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔(**واللہ اعلم**)

ٹی وی اور دینی پروگرام

سوال: کیا ہم ''ٹی وی'' پر دینی پروگرام دیکھ سکتے ہیں؟ جیسے کوئی تقریر و بیان ہو یا حرم شریف کی نماز، یا حرم شریف کی تصویر، یا اس طرح کی کوئی دینی محفل جس سے ہمارے اندر دین کی تڑپ پیدا ہو، حج کا شوق پیدا ہو، یا دینی معلومات حاصل ہوں، تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب: اس سے قبل کہ آپ کے سوال کا جواب دیا جائے، یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دین حاصل کرنے کے جو اور طریقے اور ذرائع ہیں، کیا آپ نے ان سب کو استعمال کر لیا ہے؟ اور اب کیا صرف یہی ایک طریقہ باقی رہ گیا ہے جس سے آپ اب علمِ دین اور ذوقِ دین وشوقِ دین حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ علمِ دین اور ذوقِ دین تو حاملینِ دین وبزرگانِ دین کی معیت وصحبت اور ان کی خدمت سے حاصل ہوتے ہیں۔

شاعر نے خوب اور سچ کہا ہے:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب کتابوں اور وعظوں سے بھی دین پیدا نہیں ہوتا تو ''ٹی وی'' دیکھ کر کیسے دین کا علم اور دین کا ذوق آپ کے اندر پیدا ہو جائے گا؟

آج ایک طبقہ علمِ دین اور ذوقِ دین کے نام پر اسی طرح بھٹک رہا ہے اور ریڈیو، ٹی وی اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ عالم وفاضل بن جانا چاہتا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ اسی طرح ڈاکٹر اور انجینئر اور مختلف دنیوی علوم کی تحصیل کے لئے ان چیزوں پر کیوں اکتفاء نہیں کرتے؟ اور اگر بالفرض کوئی ایسا کرے تو کیا کوئی اس علم کو علم قرار دے گا اور اس پر اعتماد کرے گا؟

آپ واقعی علمِ دین کے شوقین ہیں اور ذوقِ دین اور دین کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو علماءِ دین اور بزرگانِ دین کی خدمت میں جایئے اور فیض اُٹھایئے، اس بے غبار شرعی طریقے کو چھوڑ کر اس سوال وجواب کے پیچھے پڑنا کہ ''ٹی وی'' سے دین حاصل کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یہ ایک شیطانی فریب ہے، جس سے بچ کر رہنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ کے سوال کا جواب عرض ہے کہ ''ٹی وی'' ایک ایسا آلہ ہے جس میں متعدد وجوہِ حرمت جمع ہیں، اس لئے یہ شرعاً ناجائز ہے اور ان میں سے ایک وجہِ حرمت، یعنی ''جاندار کی تصویر کا ہونا'' تو تقریباً سب ہی پروگراموں میں پائی جاتی ہے، اور جو چیز ناجائز ہو اس کو دین کے لئے استعمال کرنا بھی ناجائز ہے اس لئے سوال میں مذکور چیزوں کے لئے بھی اس کا استعمال ناجائز ہے۔

رہی ایسی تصویریں جو شرعاً جائز ہیں جیسے حرم شریف کی تصویر وغیرہ تو یہ اگرچہ فی نفسہ جائز ہیں، مگر بعض عوارض کی وجہ سے ان کا بھی وہی حکم ہے جو جاندار کی تصویر کا حکم ہے، اور وہ عارض یہ ہے کہ اس ایک پروگرام کی اجازت دیں گے، تو لوگ اس کے ذریعہ غیر شرعی پروگرام بھی دیکھنے لگ جائیں گے اور فقہی اصول ہے کہ جو جائز چیز اور کام ناجائز کاموں کی طرف مفضی یعنی ان کی طرف لیجانے والا ہو، وہ بھی ناجائز ہوتا ہے۔ اور معلوم ہونا چاہئے کہ یہ فقہی اصول دراصل ایک حدیث سے مستنبط ہے، وہ حدیث یہ کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ:

مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ .

ترجمہ- یعنی جس چیز کا کثیر حصہ نشہ لاتا ہے اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے۔

(رواہ الترمذی: ۱۷۸۸، وابوداؤد: ۳۱۹۶، وابن ماجہ: ۳۳۸۴، واحمد: ۱۴۱۷۶)

الحاصل جس چیز کا بڑا حصہ نشہ آور ہو اس کا معمولی حصہ بھی حرام ہوتا ہے، کیوں کہ قلیل سے کثیر کی عادت ہوجائے گی اور آدمی تھوڑا تھوڑا پیتے ہوئے زیادہ پینے لگے گا۔

اس اصول کے مطابق ''ٹی وی'' کے زیرِ بحث مسئلہ پر غور کیجئے، ''ٹی وی''

میں اکثر چیزیں غلط اور ناجائز ہوتی ہیں، اگر ایک دو پروگرام جائز کی قبیل سے ہوں تو اس کو اس لئے جائز قرار دینا مشکل ہے کہ اس سے ناجائز پروگرام بھی دیکھنے کی لت پڑ جائے گی اور یہ جائز پروگرام ناجائز پروگرام کا واسطہ اور ذریعہ بنے گا، اس لئے اس کو مطلقاً ناجائز قرار دیا گیا ہے۔(**واللہ اعلم**)

ٹی وی دیکھنے والے کی اذان واقامت

سوال: جو شخص ٹیلی ویژن دیکھنے کا عادی ہو اس کا اذان دینا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی کو مؤذن بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ایسے آدمی کا اذان دینا مکروہ ہے اور اس کو مؤذن بنانا بھی کروہ ہے، کیوں کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق فاسق کا اذان کہنا مکروہ ہے۔

(شامی:۲/۶۰، بحرالرائق:۱/۴۵۸)

نیز احسن الفتاویٰ میں ہے کہ ایسے شخص کی اذان واقامت مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ:۸/۳۰۶)

ٹی وی دیکھنے والے کی امامت

سوال: ہمارے محلّہ کے امام صاحب ''ٹی وی'' دیکھتے ہیں اور ''ویڈیو'' بھی دیکھتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو واضح فرمائیں۔

الجواب: ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' دیکھنا چوں کہ ناجائز ہے، اس لئے جو شخص ''ٹی وی'' یا ویڈیو دیکھنے کا عادی ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور اگر اتفاقاً

دیکھ لیا ہے تو امامت مکروہ نہ ہوگی، کیوں کہ فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ کھلے طور پر گناہ کا کام کرنے والے کی امامت مکروہ ہے اور ''ٹی وی'' دیکھنے والا بھی فاسق ہے اس لئے اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: **ویکره تنزیها امامة عبد الی قوله و فاسق۔**

(شامی:۲۹۸/۲، بحرالرائق:۶۱۰/۱)

روزہ کی حالت میں ٹی وی دیکھنا

سوال: بعض لوگ روزے کی حالت میں ''ٹی وی'' دیکھتے ہیں اور اس سے روزہ کاٹتے ہیں کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟

الجواب: ''ٹی وی'' دیکھنا اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے اس لئے روزہ کی حالت میں اس سے اور زیادہ اہتمام سے بچنا چاہئے، کیوں کہ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر جائز کاموں کو بھی ترک کر دیا جائے، جب جائز کاموں کو بھی روزے میں ترک کر دیا جاتا ہے تو ناجائز کاموں کو تو بدرجۂ اولیٰ ترک کر دینا چاہئے، اگر روزہ رکھ کر کوئی ''ٹی وی'' میں مشغول ہے تو اس کا مطلب ہی ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لئے روزہ رکھتا ہے، ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗا.

(بخاری:۱۷۷۰، ترمذی:۶۴۱، ابوداؤد:۲۰۱۵، ابن ماجہ:۱۶۷۹، احمد:۹۴۶۳)

ترجمہ۔ یعنی: جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل کو نہ چھوڑے، اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ آدمی کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

اور ابن ماجہ اور مسندِ احمد کی روایت میں لفظ ''والجھل'' کا اضافہ ہے یعنی جو جہالت کی بات نہ چھوڑے۔

الغرض اس سے معلوم ہوا کہ روزہ میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب روزے کو اس کی حقیقت سے دور کر دیتا ہے اس لئے ہر ناجائز کام سے روزے میں پرہیز کرنا چاہیئے۔

ٹی وی کا تحفہ

سوال: کیا ''ٹی وی'' کسی کو تحفے میں دینا جائز ہے، جیسے شادی وغیرہ تقریب کے موقعہ پر تحفہ دیا جاتا ہے،؟

الجواب: ''ٹی وی'' کا ہدیہ میں دینا ناجائز ہے کیوں کہ جو چیز ناجائز ہو اس کو تحفے یا ہدیے میں دینا بھی ناجائز ہے اور اگر کوئی کسی کو دے اور وہ لینے والا اس کو استعمال کرے، تو وہ بھی گنہ گار ہوگا اور دینے والا بھی گنہ گار ہوگا، کیوں کہ یہ دینے والا اس گناہ کا ذریعہ اور واسطہ بنا ہے اور گناہ کا واسطہ بننا بھی ناجائز ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے کا گناہ بھی خود کے سر آتا ہے۔(**واللہ اعلم**)

ٹی وی ہو تو اس کو کیا کریں؟

سوال: ہمارے گھر میں ایک زمانے سے ''ٹی وی'' ہے، اب الحمد للہ علماء کے بیانات سن کر اس کے استعمال نہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، اب یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ''ٹی وی'' کو کیا کریں، کیا اس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیں یا کسی کو یوں ہی دیدیں یا کیا کریں؟

الجواب: آپ نے بہت اچھا ارادہ اور فیصلہ کیا کہ ''ٹی وی'' نہیں

دیکھیں گے، اللہ آپ کو اس کا بہتر اجر عطا کریں، رہا یہ سوال کہ ''ٹی وی'' کو کیا کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو آپ نہ فروخت کر سکتے ہیں اور نہ یوں ہی کسی کو دے سکتے ہیں کیوں کہ جو چیز آپ کے لئے ناجائز ہے وہ دوسرے کے لئے بھی ناجائز ہے۔ اس لئے اگر آپ نے کسی کو فروخت کیا یا دیدیا، تو ان کے گناہ کا واسطہ اور ذریعہ بننے کی وجہ سے آپ بھی گناہ گار ہوں گے، اس لئے اس کو ضائع کر دینا چاہئے، البتہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اس کا کوئی کل پرُزہ اس قسم کا ہو جو کسی دوسرے مباح کام میں آسکتا ہو تو اس کو نکال لیا جائے، نیز اس کی بھی گنجائش ہے کہ جس آدمی یا کمپنی سے اس کو خریدا ہے اسی کو اسی پہلی قیمت یا کم قیمت پر واپس کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم)

(احسن الفتاویٰ: ۳۰۶/۸)

جس گھر میں ٹی وی ہو وہاں جانا

سوال: جس گھر میں ''ٹی وی'' ہو وہاں جانے کا کیا حکم ہے؟ ہمارے دوست احباب اور رشتہ داروں کے گھروں میں عموماً ''ٹی وی'' موجود ہے اس صورت میں کیا ان کے گھروں کو جانا جائز ہے؟

الجواب: جس گھر میں ''ٹی وی'' ہو وہاں جانا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور نہ آپ اس کے جواب دہ ہیں، ہاں البتہ اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ اگر ''ٹی وی'' چل رہا ہو تو اس کو بند کرا دیں تا کہ خود بھی اس کے دیکھنے سے گنہ گار نہ ہوں اور اگر وہ لوگ بند نہ کریں تو پھر وہاں نہ بیٹھنا چاہئے۔ (**واللہ اعلم**)

دینی پروگرام جس میں ’’وی سی آر‘‘ ہو؟

سوال: آج کل دینی پروگراموں میں بھی ’’وی سی آر‘‘ کا نظم کیا جاتا ہے اوراس میں بڑے بڑے مانے ہوئے علماء خطاب فرماتے ہیں اوراس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی، بنگلور میں بھی خاص طور پر ایسے پروگرام ہوتے رہتے ہیں، کیا ایسی مجالس میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تفصیل سے جواب دیکر مسئلہ کی نوعیت کوواضح کریں؟

الجواب: ’’ٹی وی‘‘ اور’’وی سی آر‘‘ کا حکم تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ ناجائز ہیں اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جس جگہ ناجائز کام کا ارتکاب ہورہا ہو اس میں شمولیت بھی اسی کے برابر درجہ کا گناہ ہے، ان دو باتوں سے اصل مسئلہ کا جواب ہوگیا کہ ایسی مجالس میں جانا اور شرکت کرنا بھی ناجائز ہے۔ اورآپ کے سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ اتنی بات تو آپ کو بخوبی معلوم ہے اور یہ بات پوچھنا آپ کا مقصد بھی نہیں ہے۔ البتہ آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں وہ ایک دوسری بات ہے، وہ یہ کہ جب یہ ناجائز ہے تو بڑے بڑے علماء بلانکیر اس قسم کے پروگراموں میں کس طرح شریک ہوتے ہیں اورایسی مجالس سے وہ کس طرح خطاب کرتے ہیں؟

اس سوال کا اصل جواب تو یہ ہے کہ یہ بات آپ ان ہی علماء سے دریافت کریں جو ایسا کرتے ہیں اوران کا عندیہ ونظریہ معلوم کریں کہ کیا وہ ’’ٹی وی‘‘ اور’’وی سی آر‘‘ کو جائز سمجھتے ہیں؟ اوراس لئے ایسی جگہوں پر شریک ہوتے ہیں، یا سمجھتے تو ہیں ناجائز ہی مگر اس کے باوجود اس میں شریک ہوتے ہیں؟

ہم نے اب تک جتنے ایسے علماء سے یہ سوال کیا، ان کا جواب یہ تھا کہ وہ ان چیزوں کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں، کسی نے بھی ان کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان علماء کا فتوی بھی ''ٹی وی'' اور ''وی سی آر'' کے جواز کا نہیں ہے، البتہ ان حضرات کا تساہل ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اس جیسی محافل ومجالس میں شریک ہوتے اور وہاں خطاب بھی کرتے ہیں، ان کے اس رویہ سے ناجائز کام، جائز تو نہیں ہوجاتا؟ اور معتبر علماء کا فتوی مخدوش تو نہیں ٹھہرتا؟

الغرض یہ بات اپنی جگہ برقرار ہے کہ ''ٹی وی'' اور ''وی سی آر'' ناجائز ہیں اور جہاں ان کا نظم ہو وہاں نہیں جانا چاہئے خواہ وہ دینی پروگرام کے عنوان سے ہو یا اور کسی نام سے، ہر صورت میں مسئلہ ایک ہے، بلکہ ایک حیثیت سے دیکھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دینی عنوان سے جو ایسی محافل ومجالس قائم ہوتی ہیں وہ ناجائز ہونے میں اور زیادہ سخت وشدید ہیں کیوں کہ اس میں غیر دین کو دین کے نام پر پیش کیا جاتا ہے، اس طرح اس میں دین کا مذاق بھی ہے اور دین کی اصلیت کو بگاڑنے کی کوشش بھی ہے۔

انٹرنیٹ کا شرعی حکم

سوال: انٹرنیٹ کا استعمال اسلام میں جائز ہے یا اس کا کیا حکم ہے؟ ہم نے بہت سے علماء کو بھی انٹرنیٹ استعمال کرتے دیکھا ہے، اسی طرح بعض مدارس میں بھی اسکو استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر یہ جائز ہے تو اس میں اور 'ٹی وی' میں کیا فرق ہے اور علماء ''ٹی وی'' کو کیوں ناجائز کہتے ہیں؟ جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ

انٹرنیٹ، ٹی وی سے کہیں زیادہ خطرناک اور نوجوانوں کو تباہی کی طرف لیجانے والا سب سے زیادہ بدترین آلہ ہے؟

الجواب: انٹرنیٹ ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ اچھا و برا دونوں قسم کا کام لیا جاسکتا ہے اور یہ بات سب پر آشکارا ہے کہ موجودہ دور میں انٹرنیٹ کے ذریعہ ہزارہا قسم کے علمی و تعلیمی اور دینی امور کی انجام دہی نہایت آسان ہوگئی ہے اور اس سے فائدہ اُٹھانے والے خوب خوب فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ ہاں اسی کے ساتھ اس سے برائی و بے حیائی کا بھی ایک بہت بڑا راستہ ہموار ہوگیا ہے اور فحش و بے حیائی کے دلدادہ اس کو ان خبائث میں بھی خوب خوب استعمال کر رہے ہیں، اور نوجوانوں کا بہت بڑا طبقہ اس کی وجہ سے ہلاکت و تباہی کا شکار ہو چکا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال ان کی اپنی طبعی رذالت و خباثت کا نتیجہ ہے ورنہ اس سے اگر چاہتے تو فائدہ کے کاموں میں استعمال کرتے، لہذا ''ٹی وی'' اور ''انٹرنیٹ'' کا حکم یکساں نہیں ہے، بلکہ دونوں میں بہت فرق ہے۔

واضح فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر پیش کی جانے والی چیزیں ہمارے اپنے اختیار میں نہیں، بلکہ وہ دوسرے لوگوں کے قبضہ میں ہے، لہذا اس پر جو دکھایا جائے اسی کو لامحالہ دیکھنا پڑے گا، اور اس پر فی الحال جس قسم کے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں ان میں کوئی پروگرام بھی شرعی حدودِ جواز میں نہیں آتا، کیوں کہ تمام پروگراموں میں کم از کم تصویر تو ہوتی ہی ہے اور اس کا ناجائز ہونا واضح ہے ،اس لئے علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں ۔ اس کے برعکس ''انٹرنیٹ'' ایسی چیز ہے جس کا استعمال آدمی کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں

بھی (جیسا کہ عرض کر چکا ہوں) اگر چہ جائز و نا جائز اور اچھی و بری، صحیح و غلط ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، تا ہم اس میں کیا شک ہے کہ اگر نیک و صالح آدمی اس کو جائز و مفید مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہے تو اس میں اس کے لئے نہایت ہی مفید و کارآمد چیزیں دستیاب ہوتی ہیں، اس لئے اس کا دینی و جائز مقاصد کے لئے استعمال جائز ہے، ہاں اگر کوئی اس کا استعمال غلط کاموں اور نا جائز باتوں اور فحش و بے حیائی کی چیزوں کے لئے کرے تو اس کو حرام و نا جائز کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''انٹرنیٹ'' میں دونوں قسم کی چیزیں ہیں؛ اچھی بھی اور بری بھی، جائز بھی اور نا جائز بھی، اس لئے اس کو علی الاطلاق نا جائز یا جائز نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کے حکم میں تفصیل کی جائے گی کہ اگر جائز کاموں اور مفید باتوں اور دینی مقاصد کے لئے اس کا استعمال ہو تو اس کو علی حسب مراتب جائز یا مستحسن قرار دیا جائے گا؛ اور اگر اس کا استعمال نا جائز و بری باتوں اور فحش و بے حیائی کے لئے کیا جائے تو اس کو حرام و نا جائز کہا جائے گا۔

مگر ''ٹی وی' اس کے برعکس صرف نا جائز امور پر مشتمل ہوتی ہے کیوں کہ اس میں کم از کم جانداروں کی تصویریں تو ضرور ہوتی ہیں جو کہ نا جائز ہیں اور تصاویر کے بغیر 'ٹی وی' کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا، اس لئے اس کے حکم میں تفصیل کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس کو ''علی الاطلاق'' حرام کہا جائے گا۔

اور اگر یہ شبہ ہو (جیسا کہ ایک عالم نے میرے سامنے اس کو پیش کیا تھا) کہ انٹرنیٹ میں بھی کسی نہ کسی قسم کی تصاویر بلکہ فحش قسم کی تصاویر سامنے آ ہی جاتی ہیں اور ان سے بچنا ناممکن ہوتا ہے، تو اس کو بھی 'ٹی وی' کی طرح نا جائز ہونا چاہئے یا ٹی وی کو بھی جائز ہونا چاہئے؟ تو اس کا جواب بندے کے نزدیک یہ ہے کہ انٹرنیٹ میں

اگر چہ قسم قسم کی تصاویر اور فحش قسم کی تصاویر از خود آجاتی ہیں مگر چوں کہ یہ مقصود نہیں ہیں اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والے کی نیت پر اس کا انحصار ہے۔اس لئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے راستہ چلتے ہوئے کہیں راستے میں عورت آجائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ راستہ چلنا ہی حرام ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ عورت پر نظر نہ کی جائے اور اپنی نظر کی حفاظت کی کرتے ہوئے راستہ طے کیا جائے۔

ہاں اگر کسی کا مقصد ہی راستہ چلنے سے یہ ہو کہ عورتوں کو دیکھا اور گھورا کروں تو پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کا یہ چلنا ہی حرام ہے کیوں کہ اس کی نیت ہی خراب ہے،اسی طرح انٹرنیٹ استعمال کرنے والا اگر اسی نیت سے استعمال کرے کہ اس سے فحش و بے حیائی کے کام لوں گا تو اس کے لئے انٹرنیٹ کو ناجائز کہا جائے گا اور اگر یہ مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد نیک یا جائز ہے اور بلا قصد وارادہ کچھ تصاویر اس میں آجائیں تو کہا جائے گا کہ نظر کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہوئے اس کا استعمال کرو۔امید ہے کہ اس تقریر سے ان شاءاللہ العزیز آپ کا اشکال ختم ہو گیا ہوگا۔

کیوٹی وی چینل کا حکم

سوال: آج کل ''کیوٹی وی'' (Q - TV) نام کا ایک چینل پاکستان سے مسلمانوں کی جانب سے شروع کیا گیا ہے،جو مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے،جس میں درجِ ذیل پروگرام نشر کئے جاتے ہیں:

۱-تلاوتِ کلام اللہ۔۲-حمد ونعت وقوالی وراس میں خواتین اورلڑکیاں بھی حصہ لیتی ہیں اور دف بجاتی ہوئی دکھائی جاتی ہیں۔۳-دینی عنوانات پر علماء کی

تقاریر و بیانات۔۴-دینی سوالات کے جوابات۔۵-مشکلاتِ زندگی کا حل اور اس کے لئے کوئی صاحب، استخارہ کر کے جواب دیتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس چینل کا دیکھنا شرعاً کیسا ہے، کیا اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی بات غلط ہے؟ براہِ کرم تفصیل کے ساتھ جواب دیں اور مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب: افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان دینِ اسلام سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ ان کو اسلام اور غیر اسلام میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے اور وہ ہر اس چیز کو جو دین کے نام سے ان کے سامنے آجائے، دین سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اور قطعاً اس بات کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ اسلام کے نام سے آنے والی اس چیز کے بارے میں یہ تحقیق کریں کہ کیا یہ چیز واقعی اسلام ہے یا محض اسلام کے نام پر دھوکہ ہے؟ حالاں کہ شروع دور سے ایسا ہوتا رہا ہے کہ اسلام کے نام پر لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہے ہیں اور بالخصوص اس دور میں مسلمانوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کے لئے یہ حربہ بہت زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے، اس لئے اولاً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو بھی چیز اسلام کے نام پر آجائے اس کو بلا تحقیق اسلام اور اسلامی چیز نہیں سمجھ لینا چاہئے، بلکہ تحقیق کرنا چاہئے کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ پس جو لوگ ''کیو ٹی وی'' کو بلا تحقیق ''اسلام'' کا نمائندہ سمجھ رہے ہیں، وہ بہت بڑے دھوکہ میں مبتلا ہیں اور اس سے بھی بڑے فراڈ کا وہ لوگ شکار ہیں جو اس کو ''اسلامی ٹی وی'' کا نام دیتے ہیں اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی ''اسلامی ناچ'' اور ''اسلامی باجا'' کا نام دیکر کسی چیز کو رائج کرے، غور کیا جائے کہ کیا محض ''اسلام'' کا نام دیدینے سے کوئی ناجائز و حرام چیز جائز، اور ''اسلامی'' چیز بن جائے گی؟ اور مباح اور حلال قرار دے دی جائے گی؟

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ ’’کیو ٹی وی‘‘ جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کے بارے میں بہت سے لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، اس لئے اس کا جواب قدرے تفصیل سے دیا جاتا ہے:

’’کیو ٹی وی‘‘ اور دوسرے ’’ٹی وی چینل‘‘ میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے، جو وجوہِ حرمت دوسرے ’’ٹی وی‘‘ چینلوں میں موجود ہیں وہ ’’کیو ٹی وی‘‘ میں بھی موجود ہیں مثلاً:

جاندار کی تصاویر

ا- جاندار کی تصاویر جن کا حرام ہونا معلوم ومسلم ہے، وہ ’’کیو ٹی وی‘‘ میں بھی موجود ہیں۔ تصویر کی حرمت پر چند احادیث لکھتا ہوں تا کہ عبرت ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

دخل علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و فی البیت قرام فیه صور ،فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتكه ثم قال: ان من اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یشبهون بخلق الله .

(بخاری:۵۶۴۴ واللفظ لہ، مسلم:۳۹۳۷)

ترجمہ- ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جبکہ گھر میں ایک باریک پردہ تھا جس میں تصاویر تھیں۔ آپ کا رنگ بدل گیا اور آپ نے اس پردے کو لیا اور پھاڑ ڈالا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اتارتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان اشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون .

(بخاری:۵۴۹۴،مسلم:۳۹۴۳،نسائی:۵۲۶۹،احمد:۳۲۷۷)

ترجمہ- میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک تصویر ساز کو تصویر سازی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي, فليخلقوا حبة فليخلقوا ذرة.

ترجمہ- میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو میری (یعنی اللہ کی) طرح تخلیق کرنے لگا (وہ کسی جاندار کو تو کیا پیدا کرے گا) ذرا ایک دانہ یا ایک ذرہ ہی بنا کر دکھا دے۔

(بخاری:۵۴۹۷،مسلم:۳۹۴۷،احمد:۶۸۶۹،ابن ابی شیبہ:۲۰۰/۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ان النبی صلى الله عليه وسلم لم يكن يترک فی بيته شيئا فيه تصاليب الا نقضه.

(بخاری: ۵۴۹۶، ابو داؤد: ۳۶۲۱،احمد: ۲۴۹۴۶)

ترجمہ- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے جس میں تصاویر ہوں۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہکے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ سے ایک سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ:

سمعتُ محمدا صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة في الدنيا كلف يوم القيامة ان ينفخ فيها و ليس بنافخ.

(بخاری:۵۵۰۶،مسلم:۳۹۴۶،نسائی:۵۲۶۳۔احمد:۲۰۵۴)

ترجمہ- میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جوشخص دنیا میں کوئی (جاندار کی) تصویر بناتا ہے تو قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈال مگر وہ روح ڈال نہ سکے گا۔

ان احادیث سے جاندار چیزوں کی تصاویر کی حرمت واضح ہے اور ''کیوٹی وی''میں جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں، تو اس کے جائز ہونے کا کیا سوال؟

فحش و بے حیائی

۲-اس ''کیو.ٹی.وی.''میں لڑکیوں اور عورتوں کی تصاویر بھی دکھائی جاتی ہیں، یہ مطلق تصاویر سے زیادہ فسادانگیز ہیں اور شہوانیت کو فروغ دینے والی ہیں اور یہ سب بے حیائی و فحش میں داخل ہے جس کی حرمت میں کسی مسلمان کو شبہ کی گنجائش نہیں۔

گانا بجانا اور قوالی

۳-قوالی کے نام سے جو گانا بجانا ہوتا ہے وہ بھی حرام و ناجائز ہے، کیوں کہ گانے بجانے پر حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، یہاں صرف ایک حدیث نقل کرتا ہوں:

عَنْ ابی هریرة رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: یُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ،قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَیَشْهَدُوْنَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ،قَالَ: نَعَمْ وَیُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیَحُجُّوْنَ، قَالُوْا : فَمَابَالُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟قَالَ اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِیْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَیَشْرَبُوْنَ هٰذِهِ الْاَشْرِبَةَ،فَبَاتُوْ اعَلٰی لَهْوِهِمْ فَاَصْبَحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ.

اس حدیث کوحضرت ابو ہریرہؓ سے ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱۱۹/۳) میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الملاھی میں (کما فی نیل الاوطار :۸۶/۲وعون المعبود: ۵۹/۱۱) اور سعید بن منصور نے سنن میں(کما فی المحلیٰ لابن حزم الظاہری:۵۶۴/۷)روایت کیا ہے۔

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے ،صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! کیا وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں ،وہ (برائے نام)نماز ، روزہ اور حج بھی کریں گے ،صحابہ ث نے عرض کیا یا رسول اللہ ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا ؟فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی ، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے (بالآخر) وہ رات بھر مصروفِ لہوولعب رہیں گے اور صبح ہوگی تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہوچکے ہوں گے۔**(معاذ الله)**

اس حدیث کی شرح میں بندہ نے اپنی کتاب ’’حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے ‘‘میں جولکھا ہے اس کو یہوں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر نمازی بھی ہوں گے، روزہ کے پابند بھی ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے، مگر اسی کے ساتھ گانے بجانے ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دلدادہ اور شراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کر دیں گے، یہ لوگ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہ کر سوئیں گے اور جو صبح اٹھیں گے تو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

اسلام میں گانا بجانا رقص وناچ حرام ہے اور شراب کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے۔ جب لوگ اس کے عادی ہوجائیں گے اور بظاہر نماز روزہ کے پابند اور حج پر حج کر کے نیک نامی حاصل ہونے کے باوجود وہ ان برائیوں میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر کی شکل میں تبدیل کر دیں گے۔ افسوس کہ آج بہت سے دیندار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی وی رکھ کر اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ ورقص دیکھنے کیلئے کرتے ہے اور تقریبوں میں بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہوچکی ہیں۔ اس طرح بہت سے نوجوانوں اور بوڑھوں میں شراب اور نشہ کی علت پڑی ہوئی ہے اور بالخصوص کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ہزاروں سے متجاوز نوجوان اس کے عادی ہو چکے ہیں جبکہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے ان امور پر اتنی سخت وعید سنائی ہے۔

(حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے :ص:۱۵۹ -۱۶۰)

اور یاد رہے کہ قوالی میں اور عام گانے بجانے میں حکم کے لحاظ سے کوئی

فرق نہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو عام گانوں سے زیادہ قباحت وشناعت قوالی میں ہے کیوں کہ عام گانوں کو لوگ دین نہیں سمجھتے اور قوالی کو جو کہ غیر اسلامی بلکہ خلافِ اسلام چیز ہے، اس کو لوگ دین سمجھتے ہیں اور غیر دین اور خلافِ دین کو دین سمجھنا بد ترین جرم ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے یہود ونصاری گمراہ ہوئے۔

جب وجوہِ حرمت اس میں بھی موجود ہیں تو اس کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا، اس لئے یہ ''کیو ٹی وی چینل'' بھی ناجائز ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ اس میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ ''کیو ٹی وی چینل'' اسلام کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ اور فتنہ ہے:

دین کی بے حرمتی

۱- اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ''ٹی وی'' تحصیل علم وادب کا آلہ نہیں بلکہ عام حالات اور اس کے عمومی استعمال کے لحاظ سے موجودہ دور کا سب سے بڑا آلۂ لہو ولعب ہے، کیوں کہ ''ٹی وی'' عموماً تفریح ودل بہلائی اور فحش ومنکر گانے بجانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس کے ذریعہ دین اسلام کی اشاعت یا تعلیم، ایک قسم کا دین سے مذاق بن جاتا ہے اور لوگوں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی بلکہ وہ اس کو بھی ایک تفریح ومستی ہی خیال کرنے لگتے ہیں اور دین کا جو اہتمام ہونا چاہئے وہ بالکل نہیں رہتا۔

یہاں یہ بات ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ دین اسلام میں اور دیگر دنیوی مذاہب میں بہت بڑا فرق ہے، دین اسلام بڑا احساس ونازک دین ہے اور دیگر مذاہب بے حس وکثیف ہیں، ان ادیان میں جس طرح چاہے کیا جاسکتا ہے مگر

اسلام میں ہر کام اصول وطریقے کے مطابق ہونا چاہئے۔

اور دینِ اسلام میں ادب واحترام بہت اہم ہے، اس لئے دین کو بڑے اہتمام سے حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور آج لوگ غیروں کی دیکھا دیکھی اسلام کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہتے ہیں جیسے دوسرے مذاہب والے اپنا دین حاصل کرتے ہیں۔اور علماء کو مشورہ بھی دیتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کرو، مگر یہ سب دراصل دین سے اور دین کے مزاج سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اس قسم کے آلات کے ذریعہ دین کی اشاعت وخدمت اور تبلیغ ودعوت دراصل گندگی کے ذریعہ دین کی خدمت ودعوت کے مترادف ہے۔

تحریف دین

۲- اس میں جو کچھ دکھایا اور دیکھا جاتا ہے، عام لوگ اس کو اسلام اور اسلامی چیز سمجھتے ہیں، جبکہ اس میں متعدد امور سراسر خلافِ شرع ہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔اور یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ غیرِ اسلام کو اسلام سمجھنا یا سمجھانا، دین میں تحریف ہے، جس کی کوئی ادنی مسلمان بھی اجازت نہیں دے سکتا، چہ جائیکہ معتبر ومستند علماء اس کو جائز قرار دیدیں؟

مجہول یا غیر متشرع لوگوں کا بیان وتفسیر

۳- اس میں بیان وخطاب اور تفسیر کرنے والوں میں سے جو معروف ہیں، ان کا علمی معیار بھی مخدوش ہے اور نظریہ بھی مخدوش ہے، نیز اس میں بہت بدعت نواز اور جدت پسند اور آجکل کی زبان میں لبرل

مسلمانوں (LIBERAL MUSLIMS) کو اسلام کا نمائندہ بنا دیا گیا ہے اور جو غیر معروف لوگ اس میں آتے ہیں، ان کا نہ علمی معیار معلوم اور نہ ان کے نظریات کا پتہ، کہ وہ کون اور کیسے لوگ ہیں حالاں کہ اسلام میں دین کے سلسلہ میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ جن سے دین حاصل کیا جائے وہ علم وعمل اور نظر وفکر کے لحاظ سے صحیح اور قابلِ اعتبار ہوں، اسی لئے امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں حضرت ابن المبارکؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: **الاسناد من الدین، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء** (سند دین میں سے ہے اور اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو ہر کوئی دین میں جو چاہتا کہہ دیتا)۔

(صحیح مسلم: ۱۲/۱)

نیز ان ہی کا قول ہے کہ وہ علی الاعلان فرمایا کرتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی حدیث کو چھوڑ دو، کیوں کہ وہ اسلاف کو بُرا بھلا کہتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲/۱)

اور امام ابنِ سیرین نے فرمایا کہ:

''پہلے پہلے علماء، حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو پھر وہ پوچھنے لگے کہ تمہارے راوی کون ہیں؟ تا کہ راوی اگر اہلِ سنت میں سے ہے تو اس کی حدیث لی جائے اور اگر اہلِ بدعت میں سے ہو تو اس کی حدیث نہ لی جائے''۔

(صحیح مسلم: ۱۱/۱، سنن دارمی: ۷۶/۱)

اور حضرت سلیمان بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت طاؤسؒ سے عرض کیا کہ فلاں نے مجھ سے ایسی ایسی حدیث بیان کی تو حضرت طاؤسؒ نے فرمایا

کہ اگر وہ ثقہ اور قابلِ اعتبار ہے تو اس سے حدیث حاصل کرو۔

(صحیح مسلم:۱۲/۱،سنن دارمی:۶۷/۱)

نیز محدث خطیب بغدادیؒ نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً اور حضرت ابو ہریرہؓ سے موقوفاً دونوں طرح سے روایت کیا ہے کہ:

ان هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذونه

ترجمہ- یہ علم تو دین ہے، لہذا یہ دیکھ لو کہ تم کس سے دین حاصل کر رہے ہو؟

اور دارمی اور خطیب نے یہی بات حضرت امام محمدؒ سے بھی نقل کی ہے۔

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب:۱۲۸/۱،سنن دارمی:۶۷/۱)

اور حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جب کسی شخص کے پاس علم حاصل کرنے جاتے تو اس کی نماز اور اس کا طریقہ اور اس کی حالت دیکھتے، پھر اس سے علم حاصل کرتے۔

(سنن دارمی:۶۷/۱،الجامع لاخلاق الراوی للخطیب:۱۲۸/۱)

اسی طرح حضرت ابوالعالیہؒ جو مشہور محدث ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم کسی کے پاس علم لینے کو جاتے تو ہم اس کی نماز کو دیکھتے، اگر وہ نماز کو باحسنِ طریق انجام دیتا تو ہم اس کے پاس بیٹھتے، ورنہ واپس چلے آتے۔ (سنن دارمی:۶۷/۱)

اس سے اسلافِ کرام جن پر احادیث کا دارومدار ہے، ان کا حکم اور طرزِ عمل معلوم ہوا کہ دین کا علم جن لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے ان کا دیندار، ثقہ وقابلِ اعتبار اور اہل سنت میں سے ہونا لازمی ہے اور کج روی اور کج

فکری اور بدعات ومحدثات سے دور رہنا بھی ضروری ہے، اور جب تک اس کی تحقیق نہ ہو، کسی کو دین کا رہبر مان لینا اور اس سے علمِ دین حاصل کرنا دین و ایمان کے لئے خطرہ ہے۔

اب ذرا سوچئے کہ کیا ''ٹی وی'' یا ''کیو ٹی وی'' سے قرآن وحدیث اور دیگر علومِ دینیہ کا حاصل کرنا، اس اصول پر پورا اُترتا ہے؟ کیا اس کے پردے پر آنے والی شخصیات کا علم وعمل، نظر وفکر، تقوی وپرہیزگاری وغیرہ امور میں قابلِ اعتبار ولائقِ اعتماد ہونا مسلم ومعروف ہے؟ ظاہر ہے کہ اس اصول پر یہ چیز منطبق نہیں ہوتی منطبق تو کیا ہوتی بلکہ ہمیں یہ ''کیوٹی وی'' دیکھنے والے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس میں داڑھی کٹے ہوئے اور وضع قطع کے لحاظ سے غیر متشرع لوگ بھی پیش کئے جاتے ہیں اور وہ وعظ وتقریر کرتے ہیں۔

دینی اصطلاحات میں ردوبدل

۴- اس سلسلہ کی ایک بہت ہی خطرناک چیز یہ ہے کہ ''کیو ٹی وی'' میں استخارے کے نام پر فال کھولا جاتا ہے جس کو عربی میں کہانت کہا جاتا ہے اور وہ اسلام میں ناجائز ہے۔ یاد رکھئے کہ یہاں بات صرف یہ نہیں ہے کہ فال کھولا جارہا ہے، بلکہ یہاں ایک خالص غیر اسلامی چیز یعنی ''فال'' (کہانت) کو ایک خالص اسلامی اصطلاح یعنی ''استخارہ'' کا نام دیکر دین میں تحریف کی جارہی ہے، اور لوگ فال کو ''استخارہ'' سمجھ کر اس کو اختیار کررہے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ''استخارہ'' کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی معاملہ اور مسئلہ ایسا پیش آجائے جو انسان کو متذبذب اور پریشان کردے تو اس سلسلہ میں اللہ

تعالیٰ سے روحانی طور پر رہنمائی چاہی جاتی ہے، شریعت نے اس کے لئے ایک دعاء بھی بتائی ہے اور اس کی نماز بھی بتائی ہے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام (جائز ومباح) امور میں اس طرح استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورت سکھایا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جب بھی تم لوگوں میں سے کسی کو کسی کام کا ارادہ ہو تو اولاً دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر یہ دعاء پڑھے اور دعاء میں اپنی حاجت کو ذکر کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَأَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ،اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ [اَوْقَال: فِیْ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ] فَاقْدِرْهُ لِیْ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ[او قال: فِیْ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ] فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ .

(بخاری:۵۹۰۳، ترمذی:۴۴۲، ابوداؤد:۱۳۱۵، ابن ماجہ:۱۳۷۳، نسائی:۳۲۰۱، احمد:۱۴۱۸۰)

پھر علماء نے فرمایا کہ دعاء کے بعد جو بات دل میں آئے اس کو من جانب اللہ سمجھ کر عمل کرے، ان شاءاللہ اسی میں خیر ہوگا۔ (فتح الباری:۱۱/۱۸۷، والاذکار للنووی:)

اس سے معلوم ہوا کہ ''استخارہ'' خالص اسلامی چیز ہے اور اسلام میں اس کا ایک طریقہ بھی بتایا گیا ہے اور اس کی حقیقت کسی جائز معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا پہلو چاہنا اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہنا ہے۔

اس کے بالکل برعکس فال (کہانت) یہ ہے کہ غیب کی خبریں بیان کی جائیں، جن کی صحت اور صداقت کی کوئی ضمانت نہیں، بلکہ عموماً اس میں جھوٹ اور دھوکہ ہوتا ہے اور ایک سچ کے ساتھ کئی جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ا نے فرمایا ہے۔

اور ''کہانت'' اسلام میں حرام ہے اور اس پر سخت سے سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ:

من اتی عرافا فسأله عن شیء لم یقبل له صلوة اربعین لیلة.

(مسلم:۴۱۳۷)

ترجمہ- یعنی جو شخص عراف یعنی غیب کی باتیں بتانے کا دعوی کرنے والے کے پاس آئے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی)۔

اور مسندِ احمد کی روایت میں ''فسأ له'' کی جگہ ''فصدقه'' آیا ہے۔

(مسندِ احمد:۱۶۰۴۱)

اس حدیث میں عراف کے پاس جانے اور اس سے سوال کرنے اور پوچھنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، اور عراف کیا ہے؟ علماء نے فرمایا کہ عراف کاہن اور نجومی کو کہتے ہیں اور علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ عراف وہ ہے جو مسروقہ مال اور گم ہوجانے والی چیزوں کی جگہ اور اس جیسی باتوں کے بتانے کا دعوی کرتا ہو۔(التعلیق الصبیح:۵/۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کہانت اور غیب کی خبروں کا بتانا ناجائز ہے، اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب غور کیجئے کہ کہاں وہ ''استخارہ'' جس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور کہاں یہ کہانت جس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے؟

''کیوٹی وی'' میں ''استخارہ'' کا نام دیکر ایک حرام اور ناجائز چیز کو پیش کیا جارہا ہے اور اس طرح اسلام میں تحریف کی جارہی ہے جس کی کسی مسلمان سے کبھی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اب سوچئے کہ کیا اس کی اجازت دی جانی چاہئے یا اس کا مسلمانوں کو بیکاٹ کرنا چاہئے؟

بدعات وخرافات کی ترویج

۵- ان ساری باتوں کے علاوہ ایک بہت ہی اہم اور خاص بات جو'' کیو ٹی وی' کے بارے میں جان لینے کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص ذہنیت کے حامل لوگوں کی جانب سے جاری کیا گیا ہے جو بدعات وشرکیات اور بزرگان دین کے نام پر دین سے مذاق وتلعب کے عادی بلکہ اس کے پرزور داعی ہیں اور تمام اہل حق کے مخالف اور اہل اللہ کی تعلیمات سے بے نیاز، اس ذہنیت کے حامل لوگون کی جانب سے اسلام کی جس طرح اور جیسی کچھ نمائندگی ہوسکتی ہے اس کا اندازہ لگانا کسی بھی اہل حق کے لئے مشکل نہیں، بشرطیکہ وہ واقعی اہل حق ہو۔

اسی لئے سنا جاتا ہے کہ اس کیوٹی وی میں عام طور پر قوالی اور بزرگان دین کی مزارات کی زیارت وعرس وفاتحہ اور گیارھویں وبارھویں کے مناظر پیش کئے

جاتے ہیں اور اس قسم کی بدعات کی ترغیب دی جاتی ہے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم۔ بنگلور

تجاویز

منظور کردہ آٹھواں فقہی اجتماع، بنگلور

''ادارۃ المباحث الفقہیۃ'' جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۱۷/۱۸/۱۹/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۷/۲۸/۲۹/ اپریل ۲۰۰۵ء بمقام مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ہال، عیدگاہ جدید، ٹیانری روڈ، بنگلور، میں ''ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال'' کے موضوع پر غور وخوض کے بعد درجِ ذیل امور طے کئے گئے۔

۱-آج ٹیلی ویژن پر زیادہ تر فحاشی، عریانیت اور مخرب اخلاق پروگراموں کا غلبہ ہے، ۲۴ گھنٹے اس کے مختلف چینلوں پر رقص وسرود اور حد درجہ شرمناک مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ پھر ڈِش اینٹینا اور پرائیویٹ کیبل چینلوں نے تو تمام اخلاقی اور انسانی حدوں کو پار کردیا ہے، اور آج ٹی وی زدہ معاشرہ جن شرمناک حرکتوں میں ملوث ہے وہ نا قابلِ بیان ہیں اور جس گھر میں ٹیلی ویژن ہو وہاں کے لوگوں کا اس کے مخرب اخلاق پروگراموں سے بچنا تقریباً محال ہے۔ لہذا ٹیلی ویژن گھر میں رکھنا اور اس کے پروگراموں کو دیکھنا ناجائز ہے، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۲- اسلام میں بلاضرورت شرعی تصویر کھنچوانا ناجائز ہے۔لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اعداء اسلام یا شر پسند فرقہ

پرست طاقتوں کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے آئے جس سے اسلامی عقائد اور احکام واقدار پر زد پڑتی ہو اور اس کا مناسب جواب نہ دینے سے اسلام کی شبیہ بگڑنے یا مسلمانوں کے نا قابلِ تلافی نقصان کا اندیشہ ہو، تو اس کے دفاع کے لئے ٹیلی ویژن کے کسی پروگرام پر آنے کی ضرورۃً گنجائش ہے۔

۳-اسلامی ٹی وی چینل قائم کرنے کو اگر چہ موجودہ دور کی ضرورت کہا جاتا ہے لیکن مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ فقہی اجتماع اس نتیجہ پر پہنچا کہ اولاً علیحدہ اسلامی چینل قائم کرنا عملاً مشکل ترین امر ہے؛ اور اگر ایسا چینل وجود میں آ بھی جائے تو اس کے ذریعہ سے فوائد کے مقابلے میں نقصانات کہیں زیادہ ہیں ، کیوں کہ اس طرح کے چینلوں کو بہانہ بنا کر لوگ ٹیلی ویژن کے فحش پروگرموں تک بآسانی رسائی حاصل کرلیں گے ؛ اور دیگر باطل فرقوں کے چینلوں سے اس کا امتیاز بھی دشوار ہوگا ؛ نیز عام لوگوں کی دلچسپی کی چیزیں شامل کئے بغیر خالص اسلامی چینل کے ناظرین کی تعداد غیر معمولی حد تک کم ہوگی اور متوقع فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے ۔ان وجوہ سے اسلامی چینل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴-انٹرنیٹ اس دور میں ایسا معلوماتی ذریعہ ہے جس میں ہر طرح کے اچھے اور برے پروگرام پائے جاتے ہیں، گو کہ آج زیادہ تر اس ذریعہ کو ناجائز اور حرام چیزوں میں استعمال کیا جارہا ہے، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کو اگر شرعی حدود میں رہ کر استعمال کیا جائے تو منکرات وفواحش سے بچتے ہوئے اس سے عظیم تعلیمی، تجارتی اور انتظامی وغیرہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔اس لئے یہ فقہی اجتماع انٹرنیٹ کے جائز حدود میں استعمال کو جائز قرار دیتا ہے اور اس کے

ناجائز استعمال کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔

نوٹ: تمام شرکاء نے اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا، البتہ مفتی اشفاق صاحب (سرائے میر) نے شق ۲ سے جزوی اختلاف کرتے ہوئے یہ نوٹ تحریر کیا کہ ''ٹیلی ویژن پر آنے کی اجازت'' سے مجھے اتفاق نہیں ہے، تجویز ۳ سے تضاد محسوس ہوتا ہے اور ٹیلی ویژن کے جواز کا دروازہ کھلتا ہے۔

تمت